پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہٰ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
سورۃ الماعون-ایک مطالعہ	۶
کتاب وسنت سے دلیل، سلفیوں کی قوت کا سرچشمہ	۸
ضعیف اور موضوع احادیث اور امت پر اس کے برے اثرات	۱۰
خلع کے مختصر احکام ومسائل	۱۳
ولیمہ کی مشروعیت	۱۷
خواتین کا حق وراثت اور سماجی رویے	۱۹
عصر حاضر میں عورت کا مقام	۲۶
طب وصحت	۲۸
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹
جماعتی خبریں	۳۱
کلینڈر ۲۰۲۰ء	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ	۱۵۰/روپے
فی شمارہ	۷/روپے
پاکستان	۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

اخوت انسانی کی ہمہ گیری اور ہماری ذمہ داری

ہر انسان دوسرے انسان کا حقیقی اور اصلی رشتہ دار ہے اور اس رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر ہوتے رہنا چاہئے۔ جہاں قریبی رشتہ داروں کے حقوق الاقرب فالاقرب کے طور پر زیادہ اہم ہیں اور ان کی پاسداری اور ذمہ داری بڑھی ہوئی ہے وہیں اپنی اصل اور حقیقت کے آئینہ میں جو جتنا دور ہے وہ ہماری اصل سے اتنا ہی قریب ہے اور ہماری صلہ رحمی کا اتنا ہی حقدار ہے۔ اصل کے بغیر درخت خواہ جس قدر پھلدار اور پھولدار کیوں نہ ہو تا دیر قائم ودائم نہیں رہ سکتا ہے اور یہ بہت بڑی بھول اور دھوکہ ہے کہ انسان درخت کی لہلہاتی ہوئی ٹہنیوں اور اس میں لٹکے ہوئے سنبل وثمرات سے تو چمٹا رہے مگر اس کی جڑوں کا ادنیٰ خیال نہ ہو، بلکہ اس پر تیشہ وتبر اور کلہاڑی وکدال چلاتا رہے۔ یہ نادانی کی وہ بڑی اور بھیانک صورت ہے جو دنیا کا سب سے بڑا مرکھ اور احمق انجام دیتا ہے کہ جس شاخ پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے اسی شاخ کو بے تکان کاٹتا ہے۔

رب ذوالجلال والاکرام نے ساری انسانی برادری کو اس معاملے میں متنبہ کیا ہے اور اسی رب سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جس نے ان کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ''یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا'' (النساء:۱) ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔''

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

یہاں اصل اصول انسانی کی بات کی گئی ہے اور سمجھنے والے قلب سلیم کے مالک اور ایمان ویقین، وجدان وایقان اور عقل وخرد کے مالکان اسے خوب جانتے ہیں۔ البتہ اکثریت ماحول وگردوپیش کی بھول بھلیوں میں فراموش کئے ہوئے شاہراہ حق سے بھٹک کر پگڈنڈیوں پر چل پڑی ہے۔ عوام الناس کا ہر دور میں یہی حال رہا ہے۔ البتہ مدعیان علم وگیان اور علمبرداران وزعماء دین وایمان

کا حال بھی آفاقی وعالمی اور وسیع ہونے کے بجائے تنگنائی وتعصب کا شکار رہا۔ اوراسی شعار باطل اور دثار زور کو مذہب ودین کی آخری منزل ومعراج اور ہدف و مقصد سمجھ لیا گیا اور سب نے اسی کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔اب بے تکان سب اسی رخ پر چل پڑے ہیں جو دین وایمان اور مسلک ومذہب کے نام پر بے سمتی کی عجیب وغریب شکل ہے اور بدقسمتی سے جسے مکمل دین وحکمت کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔

بلفظ دیگر جو جہان رنگ وبو اور زمین وزماں کی تنگ نائیوں میں جینے کا خوگر بن گیا وہ ناکام قرار پایا اور جو اس تنگی وتعصب سے نکل کر آفاقی بنا بلکہ وہ اس خالق ارض وسمٰوات اور بے شمار مخلوقات وموجودات کے رب پر ایمان لا کر اس کی عظیم خلقت وقدرت پر ایمان کے صلہ میں اسی طرح آفاقی وعظیم بن کر خلق الٰہی کے ساتھ پیش آتا ہے اور ’’ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست‘‘، اور ہم رب کے ہیں اور جو کچھ رب کا ہے وہ سب ہمارا ہے اور ہم سب کے لیے ہیں، پر یقین رکھتا ہے اور عمل پیرا ہے وہ کامیاب وکامران ہوا۔ کیونکہ جو ہمارا رب ہے وہ رب الانس والجن بھی ہے اور رب السموات والارض بھی ہے بلکہ وہی یکا وتنہا رب العالمین ہے۔اور اس کی شان ہے کہ ’’لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ‘‘ (السبا: ۳) ’’اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں موجود ہے‘‘۔ اور ’’ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ‘‘۔(البقرہ:۲۵۵)’’اس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے‘‘۔نیز یہی ہمارا ایمان بھی ہے۔

ہم بنی آدم مشرق ومغرب، جنوب وشمال اور اسلام وصلیب یورپ اور ایشیا کے علاوہ مختلف عالمی جنگیں بھی لڑ چکے ہیں اور سرد جنگوں کا لامتناہی سلسلہ بھی جاری رہا ہے اور اس پُرکشمکش اور کشیدہ ماحول کی وجہ سے بہت سی اقوام وبلدان کو چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پستے رہنے، دبائے رکھنے اور ان حروب باردہ (Cold War) کی پاداش میں ذہنی وفکری اور اقتصادی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھنے کا کام بھی کیا ہے اور ان پر اندیشہائے دراز طاری کرنے کا جرم بھی کیا ہے۔کیا ان سب کے جواز کے لیے اتنا کافی ہے کہ ہر دور میں یہ کشمکش اور حرب وضرب، ممالک وبلدان اور ملوک وحکمرانوں کے درمیان جاری رہے ہیں۔یعنی ارتکاب جرائم کے جواز کے لیے دیگر جرائم کا حوالہ دیدیا جائے؟۔یہ سب کچھ حکمرانوں کی ہوس دنیا اور جہاں بانی کی بیجا روش قرار دی جاسکتی ہے۔ مگر فطری امر ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔

درحقیقت ان ساری آویزشوں کا نتیجہ بھی نقصان اور خسارہ ہے۔اگر اس کا صحیح ادراک حکمراں وسیاستداں کرلیں تو پھر جنگ وجدل کی نوبت نہ آئے، ہتھیاروں کی جھنکار سنائی نہ دے، اپنی قوم کو بھوکا پیاسا رکھ کر ہتھیاروں کی خریداری کے لیے اپنی طاقت اور انرجی صرف نہ کریں اور اس کی پاداش میں جو سب کی نیندیں حرام ہوجاتی ہیں اور تباہی وبربادی آتی ہے، ان سب کی نوبت ہی نہ آئے۔ان سب پر مستزاد یہ کہ جو پڑوسی ممالک وبلدان ہمارے ہمدم وہمنوا اور ہمارے غمخوار وغمگسار اور مددگار ہوسکتے تھے، ایک دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتے تھے، ایک دوسرے کے خبرات وتجربات سے مستفید ہوسکتے تھے، مواصلات وبرآمدات اور درآمدات میں جو آسانیاں پیدا ہوسکتی تھیں، مال اور وقت کی بچت اور مصنوعات وایجادات کی کھپت ہوسکتی تھی اور جو منافع حاصل ہوسکتے تھے وہی ہمارے دشمن ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک پڑوسی کی پشت پناہی بہتر از ہزار عسکری وسپاہی۔

لیکن واضح ترین راہ سے بھٹک کر ہمارا ہر کام اور ہر گام الٹا چل پڑا، ہم نے رنگ اور صبغۃ اللہ ونسل انسانی کی اصل کو بھلا دیا اور رنگوں اور نسلوں میں تقسیم ہوگئے، پھر تقسیم در تقسیم ہوتے چلے گئے اور ہر تقسیم پر تازہ دم ہوکر نفرت وعداوت اور تعصب وتنگ نظری کو بڑھاوا دیا، پھر قبائل وشعوب میں تقسیم ہوئے، اس بٹوارہ اور نزاع نے ہمارے جغرافیائی بنیادوں پر بھی ٹکڑے ٹکڑے کئے، پھر مذہبوں ودھرموں اور مسلکوں اور افکار ونظریات کے خانوں میں بٹے۔ذات پات اور اونچ نیچ کے بھید بھاؤ میں بھی ہم نے کمی نہ ہونے دی بلکہ اسے بڑے بت کے طور پر پوجتے رہے تا آنکہ بھائی سے بھائی اور ہر فرد دوسرے کا دشمن ہونے لگا، ہمارا شیرازہ منتشر ہوگیا اور ہم پارہ پارہ ہوکر رہ گئے۔اب ہمارے لیے کوئی چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ ہم ہر سطح پر باہم دست وگریباں ہوتے رہیں، جنگ وجدل کا بازار گرم رہے اور ایک دوسرے کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لیے ہم اپنی کل توانائی صرف کرتے رہیں، خود بھی اندیشوں اور مصیبتوں کا شکار رہیں اور دوسروں کو بھی ہرگز ہرگز چین وسکون سے نہ جینے دیں۔ہر فرد، ہر خاندان، ہر ملک اور ہر گروہ ’’كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ‘‘ (المومنون:۵۳)’’ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اترا رہا ہے‘‘ کا منظر پیش کر رہا ہے۔اس کے علاوہ کسی ملک اور گروہ کو عزت کے ساتھ رہنے اور جینے کا حق نہیں ہے۔اور یوں اللہ کی یہ پرسکون سرزمین اور اس کی لطیف ہوا، خوشگوار فضا دھواں دھواں اور مکدر ومتعفن ہوکر رہ گئی۔کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم مشرق و مغرب کے جھگڑے اپنے ہی جیسے انسانوں اور اپنے جد امجد آدم علیہ الصلاۃ

والسلام کی اولاد کے ساتھ کرنے لگے اور انہی کو دشمن بنایا۔ پھر ایشیا کے ہم نے کتنے ٹکڑے کیے۔ ہمارا ہندوستان جو مہان و متحد تھا اس میں ہم نے اس کے اصل باشندوں اور ظالم اجنبی لوگوں میں تفریق، کالے و گورے کے امتیاز اور غالب و مغلوب کی نخوت و غرور کی بنیاد پر ایک دوسرے کی دربدری اور قتل و غارت گری کو روا رکھا، پھر ہم خود تقسیم ہوگئے۔ ہند و پاک کا ساخشانہ کھڑا کیا۔ ہندو مسلم، سکھ عیسائی کے لفڑے کیے۔ اب عالم یہ ہے کہ ایک دوسرے کو مٹانے کے لیے اور نیچا دکھانے کے لیے غیروں کے محتاج ہیں۔ غیروں سے مدد و بھیک مانگتے ہیں۔ روز روز حاضری دیتے ہیں۔ عزت و آبرو گنواتے ہیں۔ ذلت و رسوائی اٹھاتے ہیں۔ اپنی گاڑھی کمائی اور ملکی و عوامی دولت کو فرسودہ ہتھیاروں کے خریدنے میں، پھر ان کے چشم و آبرو کا خیال رکھنے میں اپنے ہی پڑوسی اور بھائی کو ختم کرنے کے لیے سات سمندر پار سے ہتھیار خریدتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں نہ جانے کن کن ذلت آمیز حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کس کس جتن سے ملک کا سرمایہ اس میں جھونک دیتے ہیں؟ اور ان ممالک سے بڑے بے آبرو ہو کر نکلتے ہیں تب بھی فخر سے سینہ پھلاتے ہیں، گویا ہفت اقلیم سر کر لیا ہو، اس کا اگر ہم عشر عشیر اپنے پڑوسیوں اور بھائیوں کے سلسلہ میں برداشت کر لیتے تو پھر ہم دنیا کے سپر پاور ہوتے اور شاید ہمارا دین و دھرم کے ساتھ پاور و قوت ساری دنیا کے لیے رحمت ثابت ہوتی اور یوں بے رحم دنیا دین بیزار ماحول سے نجات پا جاتی اور صاف صاف ''خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''(النساء:۱) اور ''کلکم بنو آدم و آدم خلق من تراب''(مسند بزار)، ''بنی آدم اعضاء یکدگر اند'' اور جسد واحد کا مظہر و منظر دنیا کی نظروں میں سما جاتا۔ ہمارا پڑوسی ملک اپنے دم وجود سے لے کر کل تک کے اپنے ہی ایک حصے کو نقصان پہنچانے کے لیے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کتنے پاپڑ بیل چکا ہے۔ اپنی اوقات سے کہیں زیادہ توانائیاں صرف کر کے غیروں کے سامنے جھک کر ان کی خوشامد کر کے اور ان کے سامنے زیر ہو کر اپنی خودی کو بیچ کر محض اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں کے خلاف انا کا مسئلہ بناتا رہتا ہے اور دیش کی معیشت کو برباد کر دیتا ہے اور فلاکت، جہالت و ذلت اور مسکنت کو جھیلتا ہے۔ ہمارے ملک کا حال بھی کچھ کم نہیں ہے۔ وہ دو قدم آگے بڑھ کر قوموں کو قریب کرنے اور ان سے مدد لینے میں وہ سب کچھ کرتا ہے جو اس کا بھائی مگر معاند حریف کرتا ہے اور ملک کے بے شمار مسائل و مشکلات پر توجہ نہیں دے پاتا۔ جہالت و غربت اور ہر طرح کی پسماندگی سے منہ موڑ کر دشمن کی لگائی آگ میں جھلستے رہنے کا سامان ہوتا رہتا ہے۔ اور یوں اکھنڈ بھارت کا عظیم گھر پھوٹتا ہے اور گنوار دونوں ہاتھوں سے لوٹتا چلا جا رہا ہے اور اقوام عالم کے مقابلے میں دونوں ہی پستی کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ''یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ''(۱۰۴) ''اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں''۔

اے کاش کہ ہم سب مل کر اکٹھے ایسا کبھی سوچتے اور کم از کم ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیاں چھوڑ دیتے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرتی! کیوں کہ اینٹ کا جواب پتھر سے اور ہر سوال کا منہ توڑ جواب ہم بہت دے چکے اور بہت ہو چکا اور بہت دیر کر دی۔ اگر اب بھی مثبت سوچ اور اتحاد کی راہ اپنا لیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ دیر ہے اندھیر نہیں۔

یہ تو ہوا ہماری بڑی سوچ، گہری فکرمندی اور عظیم اخلاص کا معاملہ۔ مگر یہ یاد رہے کہ اگر ہم نے ان بڑے خوابوں کو آنکھوں میں سجا بھی لیا تو کبھی چھوٹے سپنے بھی ہمیں دیکھنے ہوں گے۔ اگر ہم نے بڑے خوابوں کی تعبیر کے طور پر وہ دن دیکھ لئے جس میں ہم اپنے پڑوسیوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ ہوگئے، جنگ کے بڑے بڑے بادل بھی چھٹ گئے ہیں اور ایٹمی ہتھیاروں کا تبادلہ نہیں ہوگا تو زر مبادلہ کا بوجھ نہیں پڑے گا۔ اور ہم بحری قزاقوں، جنگی طیاروں اور میزائلی لڑاکوں سے محفوظ و مامون بھی ہوگئے تو کیا ہوا؟! کیا ہمارے لیے روا ہے کہ ہم ایسی خانہ جنگی میں مبتلا رہیں، ملک کی معیشت بگڑتی چلی جائے اور باہر کے بینک مالا مال ہوتے رہیں۔ اپنے ہی وطن کے خلاف بولتے رہیں اور اپنے ہی ایک عضو کو معطل و مفلوج کر دیں۔ ایک دوسرے سے مذہب کے نام پر، نسل کے نام پر، ذات پات کے نام پر، پیشہ و فن کے نام پر، ملت برادری واد کے نام پر، زر و زمین اور زن کے نام پر لڑتے رہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ دین و دھرم اور مسلک و مشرب کے نام پر اتنی سخت لڑائیاں ہیں کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے کا کام کرتا ہے۔ اور اس رسہ کشی، حسد و دشمنی، مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی وجہ سے ملک کو کھوکھلا کرنے اور قوم و عوام کو کسی جنگ زدہ ملک سے بھی زیادہ مفلوک الحال و برباد کرنے اور ویران کرنے کا کام بند نہ ہوا تو سنہری خواب کبھی پورا نہیں ہو سکتا ہے۔ نہ ہم چین و سکون سے جی سکتے ہیں، نہ تعمیر و ترقی جیسے اہداف پورے ہو سکتے ہیں جو ہر مواطن کا گول اور آرزو ہے۔ لہٰذا ہر سطح پر ان منفی، سلبی اور نفرت و عداوت اور حسد و بغاوت کے جرثوموں کو ختم کرنے کی ضرورت ہے اور اپنی روش بدلنے کی حاجت ہے۔ نیز اخوت انسانی کی ہمہ گیری اور خلق الٰہی کے ساتھ مہربانی پر مبنی اسلامی عقیدے کا قلب و جگر اور ملک و معاشرہ میں احیاء کرتے رہنا ہمارا فریضہ ہے۔ اور اسی صورت میں ہماری حقیقی غیرتِ دینی، وطنی، مسلکی اور ملکی مفید اور نتیجہ خیز ہو سکے گی اور ہم نیک اور ایک ہو سکیں گے۔

☆☆☆

سورۃ الماعون-ایک مطالعہ

محبوب الرحمٰن عمری مدنی، ایم اے، ایم فل

قرآن مجید اللہ کا کلام اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے، نزول قرآن کے وقت سے لے کر آج تک صحابہ کرام وتابعین عظام اور بعد کے کئی عباقرۂ امت نے اپنے وقت وحالات کے مطابق مختلف زبانوں میں قرآن کی تفسیریں لکھیں اور تا حال لکھ رہے ہیں اور مستقبل میں بھی لکھتے رہیں گے کہ یہ اللہ کی طرف سے بنی نوع انسانیت کے لیے تاقیامت دستور حیات ہے۔

قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ غور وخوض کرنے والوں کو اس میں کوئی نہ کوئی نیا نکتہ یا کوئی نہ کوئی نئی بات نظر آتی ہے جو نکتہ یا مفہوم آج سے ہزار برس پہلے سمجھ میں نہ آسکا وہ آج کے انٹرنیٹ کے دور میں بآسانی سمجھ میں آ گیا۔ مثال کے طور پر سورہ یٰسین کی آیتیں۔''وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا،ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ. وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ،وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ''۔(یٰسین:۳۸-۴۰)

یا پھر سورۃ الفرقان کی یہ آیت:''وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ، وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا''۔ (الفرقان:۵۳)

یا پھر سورہ رحمٰن کی یہ آیت:''مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ .بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ''(الرحمٰن:۱۹-۲۰) وغیرہ جیسی بہت سی قرآنی آیات کا مفہوم شاید زمانہ قدیم میں کما حقہ نہ سمجھا گیا ہو۔ مگر آج کے اس دور جدید میں کہ سائنس وٹیکنالوجی اپنی ترقی کے عروج پر ہے نئی نئی تحقیقات وانکشافات سے کائنات کے انفس وآفاق کی کھوج ہورہی ہے، فلکیات میں تحقیق کرتے کرتے لوگ چاند اور مریخ تک پہنچ گئے، لہٰذا ان جیسی آیات کا مفہوم آج نسبتاً زیادہ واضح انداز میں سمجھ میں آنے لگا۔

سورہ الماعون کو بھی بعض اہل علم نے دو حصوں میں تقسیم کیا کہ پہلا حصہ منکرین روز جزاء (مشرکین مکہ) سے عبارت ہے تو دوسرا حصہ منافقین مدینہ کی تصویر پیش کرتا ہے، حالانکہ یہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی مگر نہایت جامع سورہ ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ مکی ہے یا مدنی، اگرچہ بعض حضرات نے اسے مکی کہا ہے جب کہ دیگر بعض اہل علم نے اس کے مدینہ میں نازل ہونے کی بات کہی ہے، ان آیات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نفس مضمون سورہ ایک ہی مرکزی خیال کے اطراف گھوم رہا ہے کہ: بندوں کے حقوق سے پہلوتہی کرکے اللہ کے حقوق ادا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ اس میں حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم قرار دیئے گئے ہیں، حقوق العباد کی اہمیت اور سماج کے کمزور افراد کی خبر گیری کو دین وایمان اور نماز کے ساتھ اس طرح مربوط کرکے پیش کیا گیا ہے کہ بات نہایت فطری اور قرین قیاس لگتی ہے۔ اور ہونا بھی چاہئے یکہ یہ آیتیں اللہ کا کلام ہیں، وہ تو رب العالمین ہے جو اپنے کمزور وبے کس بندوں کی خبر گیری کا پورا بندوبست کرنا چاہتا ہے، آیئے پہلے ہم ان آیتوں کے مفہوم پر غور کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ. فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ. وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ.فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ.الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ.الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ.وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ.''

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

کیا آپ نے غور کیا اس شخص کی حالت پر جو آخرت کی جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے۔ ایسا ہی شخص یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ چنانچہ ایسے نمازیوں کے لیے تباہی ہے۔ جو اپنی نمازوں (کے حقیقی مدعا) سے غافل ہیں۔ جو محض ریاکاری کے لیے نمازیں پڑھتے ہیں اور جو معمولی ضرورت کی چیزیں لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں۔

یقیناً نماز معراج المومنین ہے، یہ اسلام کا دوسرا اہم رکن، اس کے بغیر آدمی مسلمان کہلانے کا مجاز نہیں، لیکن نماز کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نمازی سماج کے غرباء ومساکین ویتامیٰ اور مستحقین کی خبر گیری کرے، زندگی کے وسائل سے انہیں بہرہ مند کرے، ان کے دکھ درد کو اپنا درد سمجھے، ان کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور دیگر ضروریات کا خیال رکھے، یہی نماز کا لازمی ردعمل ہے، ورنہ وہ نماز نماز نہیں بلکہ ریاکاری ہے جو دکھاوے کے لیے مسجد میں آنا جانا اور چند ظاہری ارکان ادا کرکے جانا ہے۔ ایسی بے مقصد نماز سے اللہ کو کچھ لینا دینا نہیں، کیوں کہ اس نے نماز اس لیے فرض کی ہے کہ اس کے ذریعہ مسجد میں اگر Theory پڑھ کر آئے تو باہر پاس پڑوس محلے گاؤں شہر میں Practical کرے، نماز اور اس کا لازمی نتیجہ گویا Theory & Practical ہے۔

اب آیئے! مذکورہ مفہوم کو ہم سورۃ الماعون کی آیتوں پر اس ترتیب کے ساتھ چسپاں کرتے چلیں کہ ان کو فحوائے کلام بالکل واضح ہوجائے، ان آیات میں گویاں

یوں فرمایا گیا کہ یتیم کو دھکے دینا ایک نہایت غیر انسانی عمل ہے، کیوں کہ انسانی سماج میں سب سے کمزور اور قابل رحم فرد تو یتیم ہوتا ہے، دنیا کے سب سے بڑے ظاہری سہارے، ماں باپ سے وہ محروم ہے، بلاتفریق مذہب وملت اس پر رحم کیا جانا چاہئے چہ جائیکہ اس کا حق مار کھائے۔ یا اس کی میراث سے بے دخل کر کے نکال دے یا اس کے کسی سوال پر بجائے ترس کھانے کے دھتکار دے، یا ڈانٹ ڈپٹ کر، نامراد لوٹا دے۔

پھر سماج کے غرباء ومساکین ولاچار محتاج بھوکے جب کھانے کا سوال کریں، پڑوس کے دوست واحباب اس مسکین کی حالت زار پر ترس کھا کر اگر کچھ دینے پر آجائیں تو انہیں بھی الٹی سیدھی پٹی پڑھا کر روک دیتا ہے، جو نہایت مذموم ومکروہ عمل ہے، یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ آیت میں ''طعام المسکین'' کہا ''اطعام المسکین'' نہیں کہا، طعام المسکین میں طعام کی اضافت المسکین کی طرف کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس کھانے کو تم اپنا ذاتی مال سمجھ رہے ہو بڑی بھیانک غلطی کر رہے ہو، حقیقت تو یہ ہے کہ جو کھانا تم مسکین کو دے رہے ہو وہ اسی کا حق ہے یہ کوئی بھیک یا خیرات نہیں۔ بلکہ اس کا حق ادا کر رہے ہو، یہ تو خدا کی مہربانی ہے کہ اس کا کھانا تمہارے گھر میں ہے اب بھلا مسکین کا کھانا مسکین کو نہ دینا کہاں کا انصاف ہے، یہ تو سراسر ظلم ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا آخرت کے دن ملنے والی جزا وسزا پر ایمان ہی نہیں۔ سورہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے ہر ذی شعور وہوش مند انسان کو اس نکتہ پر غور وتدبر کی دعوت دی، فرمایا کہ جو لوگ یتیموں کو دھکے بھی دیتے ہیں، مسکینوں کو ان کا اپنا کھانا بھی نہیں کھلاتے تو گویا آخرت کی جزا وسزا پر ان کا ایمان ہی نہیں، ورنہ ایمان والے ایسے مذموم عمل کا ہرگز ارتکاب نہ کرتے، اوپر سے یہ نمازیں پڑھنے والے ایسے کام نہیں کرتے، نماز تو آدمی کو انسان بناتی ہے، غریبوں، مسکینوں اور یتیموں ناداروں کی خبر گیری کا درس دیتی ہے، پاس پڑوس اور محلے میں وقتاً فوقتاً ضرورت پڑنے پر چھوٹی موٹی ضرورت کی چیزیں (الماعون) حاجت مندوں کو دینے سے نہیں روکتی، اگر واقعتاً یہ لوگ اس کے حقیقی مدعا کو سمجھ کر نماز پڑھتے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے تو یقیناً ان کی نمازیں قابل قبول ہوتیں مگر یہ تو نماز کے فلسفے ہی سے ناواقف ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ محض دکھاوے کے لیے نمازیں پڑھ رہے ہیں، اور ریا کاروں کے لیے تو بڑی سخت سزا ہے، ویل ہے جہنم ہے، کیوں کہ یہ دھوکہ ہے کہ تم نے نماز کی اس اداکاری سے لوگوں کو دھوکہ دیا کہ تم بڑے متقی وپرہیزگار ہو اور بھولے عوام نے تمہیں ایسا ہی سمجھ لیا، مگر حقیقت میں تم نہ نمازی ہو اور نہ ہی متقی وپارسا، بلکہ دھوکہ باز ہو جو نمازوں کی آڑ میں اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہو، اللہ کو یہ دھوکہ دہی کب برداشت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے سورہ میں ایسے اداکاروں کی پول کھول کر رکھ دی فرمایا: ''فویل للمصلین'' ''المصلین'' کہا ''مقیمی الصلاۃ'' نہیں کہا، اور ان دونوں کا فرق اہل نظر سے مخفی نہیں، ''ف'' یہاں استئناف کا نہیں بلکہ ایک شرط محذوف کا جواب ہے، گویا یوں کہا گیا: اذا کان ماذکر من عدم المبالاۃ بالیتیم والمسکین فویل للمصلین (فتح القدیر للشوکانی)

آگے چل کر فرمایا: ''الذین ھم عن صلاتھم ساھون'' عن صلاتھم کہا ''فی صلاتھم'' نہیں کہا ورنہ 'فی صلاتھم ساھون' تو کوئی مذموم عمل نہیں یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے، جس کی تلافی سجدہ سے کی جا سکتی ہے، مگر 'عن صلاتھم ساھون' کہہ کر یہ بات صاف کر دی کہ یہ لوگ نماز کے اصل منشا ہی کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں۔

جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں
(اقبال)

نو نغمۂ بہارہ

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
عالی وقار شیخ اصغر علی امام مہدی دیدہ وری کے نام

از قلم: سالک بستوی ایم اے

سفر کی ابتدا ہوئی ہے خاص اہتمام سے
چمک رہا ہے حسن رہبری ہر ایک گام سے
ہوئی ہے مست زندگی شراب حق کے جام سے
چھڑی ہے جنگ چشم صبح کی نگاہ شام سے
گزار رہے ہیں ٹھوکروں سے ظلم کی نشانیاں
لبھا رہی ہیں قلب کو مہکتی شادمانیاں
قدم ہمارے چومتی ہیں بڑھ کے کامرانیاں
حدیث کے دیئے جلا رہے ہیں احترام سے
مگن ہے عزم نو ہماری آن بان دیکھ کر
سعوبتیں ہیں دم بخود ہماری شان دیکھ کر
ستم گری لرز رہی ہے یہ اٹھان دیکھ کر
ملے ہیں داد کے گہر زبان خاص و عام سے
جو حوصلے ہیں عزم کے جگر کے آبشار میں
سمو دیئے ہیں آج ان کو نغمۂ بہار میں
گلاب جو مہلک رہے ہیں صحن لالہ زار میں
عروس ارتقا ہے شادماں ہمارے کام سے
مجال ہو تو روک لے نگاہ خشمگیں ہمیں
پلا کے سالک حزیں ایاغ آتشیں ہمیں
پکارتی ہے شوق سے وہ منزلِ حسیں ہمیں
پیام حق سنا رہے ہیں زندگی کے بام سے

کتاب وسنت سے دلیل، سلفیوں کی قوت کا سرچشمہ

تحریر: ڈاکٹر محمد بن ابراہیم السعیدی
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

سلفی منہج کے علاوہ اسلام سے منسوب تمام مذاہب جس بحران سے دوچار ہیں وہ کتاب وسنت سے دلیل کا بحران ہے۔ کیونکہ یہ مذاہب مسلمانوں کو اللہ کی عبادات میں فرض سے لیکر مستحب تک اور عقائد میں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کے خیر وشر، اور غیبی دنیا، روح اور اللہ اور اس کے رسول سے اخذ وتلقی کے سلسلے میں جو بھی حکم دیتے ہیں اس پر دلیل کا بحران بڑا مسئلہ ہے۔ جب ہم ان تمام امور میں سلفی منہج اور دیگر اسلام سے منسوب مذاہب کے باہم اختلافات کے سلسلے میں غور وفکر کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ سارا کا سارا مسئلہ دلیل وثبوت کا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ جتنے بھی مذاہب ہیں ان کے پاس کتاب وسنت سے دلیل انہیں مسائل میں ہے جن میں مسلک سلف سے اتفاق کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جن چھوٹے بڑے مسائل میں وہ مسلک سلف سے اختلاف کرتے ہیں، ان مسائل میں ان کے پاس اپنے مسلک کے حق میں کوئی دلیل ہے ہی نہیں۔

ان مذاہب کے علماء جنہیں سلفی لوگ بدعت کی صفت سے متصف کرتے ہیں اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں اور آج سے نہیں بلکہ اپنے اولین قائدین کے زمانے سے جانتے ہیں۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ وہ اس بڑے اشکال سے نکلنے کے لیے متعدد حیلے بہانے بنائیں گے جن کے ذریعہ وہ نہ صرف اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں بلکہ اپنے عوام کے ساتھ بھی فریب کرتے ہیں جس میں ہر مذہب کے ماننے والوں کا اپنا جدا انداز ہے۔ بعض ان میں ہر اس آیت کے اندر جو ان کے مذہب کے خلاف ہے اس کے مجازی معنی کا دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کی صفات اور قضا وقدر کے سلسلہ میں معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ کا رویہ ہے۔ کبھی وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نص کا درجہ گھٹاتے ہیں تاکہ اس سے کماحقہ استدلال نہ کیا جاسکے۔ جیسا کہ معتزلہ اور اشاعرہ کا دعویٰ ہے کہ خبر واحد سے عقائد کے باب میں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے مسائل میں اگر ان کے سامنے خبر متواتر پیش کی جاتی ہے تو اس کے تواتر کا ہی انکار کردیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہی ہے۔

بدعت حسنہ کا مفہوم: بعض لوگ دین میں من گھڑت باتیں شامل کرنے کی غرض سے بدعت حسنہ کے مفہوم میں توسع سے کام لیتے ہیں بلکہ یوں کہئے کہ وہ دین کی باتوں میں من مانی باتیں شامل کرنے کی غرض سے اس کا دروازہ کھلا رکھتے ہیں۔

تفسیر باطنی: بعض لوگ اس سے بھی بڑی بات دین میں شامل کرتے ہیں اور اسے تفسیر باطنی کا نام دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قرآن کریم کا ایک ظاہری معنی ہے، دوسرا باطنی اور اللہ کی مراد باطنی معنی ہی ہے۔ وہ اس طرح بغیر دلیل کے اپنے پیروکاروں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ صوفیاء کے مختلف طریقوں میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

نئی دلیل گھڑنا: بعض لوگ نئی دلیل گھڑنے یا دلیل درآمد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اپنی طرف سے گھڑی ہوئی دلیل کو کتاب وسنت کا درجہ دیتے ہیں۔ پھر دین کے اصول وفروع کا اسی سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ صوفیاء کا کشف والہام کے سلسلے میں یہی رویہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی وسائل وذرائع ہیں جنہیں سلفیوں کے علاوہ تمام مذاہب کے قائدین دلیل کے بحران کے باعث اختیار کرتے ہیں۔ جہاں تک مسلک سلف کا معاملہ ہے تو وہ عبادات وعقائد کے امور میں دونوں وحی یعنی کتاب وسنت کے دلائل سے ذرا بھی تجاوز نہیں کرتے نیز ان سے مطلقا تنازل اختیار نہیں کرتے۔ جس کی روشنی میں یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اکثر مذاہب جو سلفیت سے اکثر وبیشتر نالاں رہتے ہیں اس کا واحد سبب یہی ہے کہ سلفی اپنے مخالفین سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں درآنحالیکہ وہ سب دلیل پیش کرنے سے عاجز نظر آتے ہیں۔

سلفیت پر حملے: سلفیت کے خلاف حملوں کی حقیقت جن میں مختلف مکاتب فکر ہونے کے باوجود سبھی شریک وسہیم ہوتے ہیں اس کا سبب ان کے خیال کے مطابق دہشت گردانہ سوچ کی بیخ کنی یا مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی من گھڑت دلیلوں سے متعلق سلفیوں کے ان سے کتاب وسنت سے دلیل کے مطالبات کی کثرت ہے۔ اسی کی بنا پر وہ چیں بجبیں رہتے ہیں اور اصل مطالبہ سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے مختلف قسم کی تہمتیں والزام تراشیاں سلفیوں کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔

دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا: خلاصۂ کلام یہ کہ دین میں تحریف وتعطیل کرنے والے من مانی بھی کرنا چاہتے ہیں اور یہ خواہش بھی رکھتے ہیں کہ ان سے اس کی دلیل بھی کوئی نہ مانگے۔ ہم ان آخری کچھ سالوں میں دیکھ رہے ہیں کہ

سلفیوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیروکار، سلفیت کے خلاف یک جٹ ہوگئے ہیں اوراس کے لئے ان کے جامعات اورثقافتی،صحافتی اورتحقیقی اداروں نے پوری طرح کمرکس لی ہے۔

دھشت گردی کا مقابلہ: یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اتحادکی کسی کو پرواہ نہیں ہےاورنہ ہی دہشت گردی کے مقابلے کے لئے کوئی سنجیدہ ہے کیونکہ موجودہ دور میں سلفیت کے خلاف جن لوگوں نے بھی محاذ آرائی کی ہوئی ہے، میری معلومات کے مطابق انہوں نے تکفیری جماعتوں کے خلاف ایک کتاب بھی نہیں لکھی۔ بلکہ ان کی ساری تگ ودوکامحور ومرکز سلفی منہج کے رد میں کتابیں تالیف کرنااورانہیں پر بہتان طرازی کرنا ہے۔مزید برآں جھوٹ موٹ انہیں ہی تکفیر کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ان کے مشن کی حقیقت تکفیریوں کا ردنہیں بلکہ نوجوانوں کو یہ باور کرانا ہے کہ دراصل سلفی منہج ہی تکفیریت کا منادہے۔اس کی ساری تگ ودوتکفیری فکرکی تائیدوتعاون ہے نہ کہ اس کا مقابلہ اوراس کارد۔اس وقت تکفیری فکر کا اصل مقابلہ تو سلفی علماء اوراس کے مبلغین ہی کررہے ہیں جنھوں نے کتابیں، پمفلٹ اورآڈیوں وویڈیوکلپس اس فکر کے خلاف تیار کی ہیں۔

مذاھب کی حقیقت: مذاہب کی حقیقی صورت حال کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تکفیری فکر کا مقابلہ سلفی فکر کے علاوہ کسی بھی فکر کے بس کی بات نہیں ہے۔کیونکہ یہی ایک ایسا منہج ہے جسے دلیل کی بالادستی حاصل ہے اور جس کی دیگر مذاہب کوبھی ضرورت ہے۔کسی بھی منہج کے لیے یہ خوبی کی بات ہے کہ جب وہ آسمانی دلیل سے توانائی حاصل کرتا ہے تواس کے اندر تضاد کا امکان باقی نہیں رہتااورشریعت کے قواعد وضوابط اوراصول ومقاصد اس کے حق میں ہموار ہوجاتے ہیں نیز عقلی تقاضوں سے بھی تعارض نہیں ہوتا۔دیگرتمام مذاہب میں الگ الگ پیمانے پر طاقت کے عناصر مفقود ہیں لہٰذا تکفیری فکر کے سلسلے میں ان مذاہب کے قائدین کے ردعمل سلف کے اصول سے دوری اورنزدیکی کے اعتبار سے الگ الگ ہوتے ہیں۔چنانچہ کوئی بھی مذہب سلفی فکر سے جتنا زیادہ نزدیک ہوگا وہ تکفیری فکر کا اتناہی زیادہ مقابلہ کرپائے گا۔

دعوائے باطل: جولوگ مسلمانوں کے اتحاد کے نام پرسلفیت کا مقابلہ کرنے کی بات کرتے ہیں، ان کے ملکوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کا یہ دعویٰ باطل وبے بنیاد ہے۔وہ خود دیکھیں کہ ان کے یہاں سلفی منہج کی آمد سے پہلے کیا حال تھا؟ نظر غائرڈالنے پر پتہ چلے گا کہ اتحادواتفاق کا کچھ اچھا حال نہ تھا پھر تفریق بین المسلمین کا الزام سلفیت پر لگانا کس قدر بے بنیاد ہے۔عالم اسلام میں سلفی منہج کی نشرواشاعت سے قبل اس سے بدتر حالات تھے۔یعنی اس وقت تمام ہی اسلامی ممالک غیروں کے زیرتسلط تھے۔پورے عالم اسلام میں سلفیت آئی تو غلامی کی زنجیریں ڈھیلی ہوئیں اورلوگوں میں استعمار کے خلاف مزاحمت کا جذبہ بیدار ہوا۔ امت مسلمہ کے وجود میں دراڑ بھرنے، انتہا پسندی سے نبردآزما ہونے اوراتفاق واتحاد جیسے نعروں کا دعویٰ، دلیل کی بالادستی جوصرف سلفیوں کے پاس ہے اورجس کی سبھی کو ضرورت ہے سے راہ فراراختیارکرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سلفیوں کی طاقت کا راز: موجودہ سلفیت اوراس کے مخالفین کے درمیان جو کشمکش جاری ہے اس سے جب سلفیوں کو اپنی چھپی ہوئی طاقت کا ادراک ہوگااوروہ موجودہ تیاری سے بہتر تیاری کریں گےاورآنے والے سالوں میں تمام ہی ممالک جن میں سلفی لوگ بود باس اختیار کئے ہوئے ہیں سب کے اندر ایسا قبول عام حاصل ہوگا کہ انہوں نے کبھی ماضی میں نہ دیکھا ہوگا۔کیونکہ دلیل کی بڑی اہمیت ہے جتنا اثر اس کا دل پر ہوتا ہے کسی چیز کا نہیں ہوتا۔مسلمان کی طبیعت ہمیشہ قال اللہ وقال الرسول سے متاثر رہتی ہے۔یہ دونوں لفظ ایسے ہیں کہ ان کے سامنے کوئی بدعت ٹک نہیں سکتی۔اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے: اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (الاعراف:۳) ترجمہ:"تم لوگ اس کی اتباع کرو جوتمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اوراللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی اتباع مت کروتم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔"

اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے: كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة (ہرنیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیارشدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اورآرٹ پیپر پرطباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

ضعیف اور موضوع احادیث اور امت پر اسکے بُرے اثرات

ڈاکٹر محمد محبوب الرحمن علی گڑھ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

قارئین کرام: تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ عالم آب وگل کی آفرینش ہی سے طاغوتی طاقتوں اور ابلیس ملعون کے طفیلیوں نے مختلف ادوار میں دین اسلام کے استیصال اور دین حنیف کے چشمہ صافی کو مکدر کرنے اور اس کی تعلیمات کے جواہر پاروں میں اپنے خزف ریزوں کو مدغم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے تاریخ کے ہر دور میں ایسی شخصیات کو وجود بخشا جنہوں نے باطل کا قلع قمع کیا اور جب کبھی بھی کسی فرعون نے سر اٹھایا تو اس کی سرکوبی کے لئے موسی نے جنم لیا۔

چنانچہ جب ارتداد کی بادسموم چلی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا صاحب عزم وایمان نظر آیا، جب فتنۂ خلق قرآن نے سر اٹھایا تو امام احمد بن حنبل جیسی صابر شخصیت نے وادی کارزار میں قدم رکھا، جب ارجاء واعتزال اور تجہم وتعطل کا شور اٹھا تو امام ابن تیمیہ جیسا صاحب علم وفن مقابل آیا، جب قادیانیت کی وبا پھوٹی تو ثناء اللہ امرتسری جیسا بے باک ولاجواب مناظر اور علامہ احسان الٰہی ظہیر جیسے بے لاگ خطیب نے زمام عمل ہاتھ میں لی۔ چنانچہ باطل طاقتوں نے امت مسلمہ کی گمراہی کے لئے جن حبائل کید کا استعمال کیا ان میں سے ایک نہایت خطرناک دسیسہ یہ رہا کہ جب انہوں نے امت اسلامیہ کا اپنے رسول کے اقوال وافعال سے والہانہ شغف دیکھا اور یہ جانا کہ مسلمان آپ کے ہر فعل وقول کو بلا چوں چرا تسلیم کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی مقصد براری کی خاطر احادیث گھڑ کر رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب کردیں جس کے نتیجے میں امت کی ایک کثیر تعداد گمراہیوں میں گرفتار ہوگئی لیکن اللہ تعالی نے اپنے قانون ازلی کے مطابق کچھ ایسی شخصیات کو وجود بخشا جنہوں نے باطل کے ان تھپیڑوں کا مقابلہ کیا اور احادیث کی صحت وضعف کی تمیز کے لئے اصول وقواعد وضع کئے اور احادیث رسول میں کھرے کھوٹے کو الگ کرکے دکھایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہے۔يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (سورہ الصف:۸)

حدیث کی لغوی اور شرعی تعریف: لغوی معنی لغت میں حدیث کے معنی جدید کے ہیں جیسا کہ کلام عرب میں بولا جاتا ہے۔ھو حدیث عهد كذا قريب عهد به (المعجم الوسیط:۱۶۰) لفظ حدیث کو قدیم کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں رقم طراز ہیں۔المراد بالحديث في عرف الشرع مايضاف الى النبي وكانه ارید به مقابلة القرآن لانه قديم. (تدریب الراوی،۴۲/۱)

محدثین کی اصطلاح میں حدیث کی تعریف: ما يضاف الى النبي ﷺ من قول او فعل او تقرير (المعجم الوسیط:۱۶۰) نیز بعض محدثین نے حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے۔ما اثر عن النبي ﷺ من قول او فعل او تقرير او صفة خلقية او سيرة سواء كان قبل البعثة او بعدها (السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي ص:۵۹)

شریعت اسلام میں حدیث کا مقام: حدیث رسول کی اہمیت صرف یہ نہیں کہ وہ کلام اللہ کی شارح اور ترجمان ہے بلکہ جس طرح کتاب اللہ کے ذریعے شریعت اسلامیہ کے احکام متعین کئے جاتے ہیں اسی طرح احادیث رسول کے ذریعہ بھی اوامر ونواہی کا تعین ہوتا ہے اگر قرآن حکیم ہادی ورہنما ہے تو آپ کی ذات گرامی بنی نوع انسان کے لئے ایک قائد، ایک مربی ہادی ورہنما وسرپرست اور متبوع ومقتدی کی حیثیت رکھتی ہے۔قرآن حکیم پر عدم تعمیل کی وجہ سے اگر وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (سورۃ طہ:۱۲۴) کا اعلان کیا گیا ہے تو عدم اطاعت رسول پر ایمان جیسی دولت کی نفی کرتے ہوئے۔فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (سورہ النساء:۶۵) کی صدا سنائی گئی ہے اور اللہ سبحانہ تعالی نے ایک جگہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورہ الذاریات:۵۶) کا اعلان فرمایا ہے تو دوسری جگہ :وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۃ الحشر:۷) کا حکم جاری فرمایا نیز اللہ کے رسول نے قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ سنت کو بھی سرچشمہ ہدایت قرار دیتے ہوئے فرمایا: ترکت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه (الموطا مع تنویر الحوالک باب النہی عن القول بالقدر) نیز فرمایا مجھے قرآن پاک عطا کیا گیا اور اس کے مثل ایک اور چیز مختصر یہ کہ ان تمام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر طرح کے انعامات کی مستحق وہی جماعت ہوسکتی ہے جو اپنی زندگی کے ہر موڑ پر تمسک بالکتاب کے ساتھ ساتھ تمسک بالسنۃ کا بھی ثبوت دے۔

صحابہ کرام اور احتیاط حدیث: لاریب یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دین اسلام میں سرمو تحریف نہیں، صحابہ کرام کے دور میں ایسے قوانین وضع کئے گئے ہیں جنہوں نے تحفظ حدیث میں بنیان مرصوص کا کردار ادا کیا۔

نیز حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر

صحابیان رسول سے بہت ہی کم احادیث کا مروی ہونا یہ بھی کمال احتیاط کا نتیجہ تھا کیونکہ وہ لوگ حدیث رسول ”من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار“ (صحیح البخاری: کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ جلد۱ص ۲۰۲ مع الفتح) اور ”من تعمد على كذبا فليتبوأ مقعده من النار“ (حوالہ مذکور) کے مفہوم ومطلب سے اچھی طرح واقف تھے چنانچہ صحابی رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”انه ليمنعني ان احدثكم حديثا كثيرا ان رسول الله قال من تعمد على كذبا فليتبوأ مقعده من النار“ (حوالہ مذکور)

وضع حدیث کی حقیقت وابتداء: وضع حدیث، محدثین کی اصطلاح میں کہتے ہیں ایسے قول کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی جانب کرنا جسے آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ وضع حدیث کی ابتداء ہجرت رسول کے چالیس سال بعد اس وقت سے ہوئی جب رئیس المنافقین عبداللہ بن سبا کی ناپاک سازش کی وجہ سے شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا المناک حادثہ پیش آیا جس سے عالم اسلام میں کچھ ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ لوگ دو طبقوں میں بٹ گئے معاملہ قتال تک پہنچ گیا اور اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کے درمیان مقابلہ آرائی ہوئی جس کو ہم جنگ جمل اور جنگ صفین کے نام سے یاد کرتے ہیں چنانچہ مسلمانوں میں اختلافات، منافرت وعناد اور جاہلی تعصبات اور وہ سارے دروازے کھل گئے۔ جن کو اسلام نے مقفل کر دیا تھا اسی درمیان دو ایسے سیاسی فرقے وجود میں آئے جن کو روافض اور خوارج کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے جو بعد میں دینی اور مذہبی رخ اختیار کر گئے اور مذہبی فرقوں میں تبدیل ہو گئے اور ہر ایک فرقہ اپنے نظریات ومعتقدات کی حمایت میں قرآن وحدیث کو استعمال کرنے لگا۔ اور اپنے مسلک کو برحق اور اپنے پیشوا کو محمود اور دوسرے مسلک کو گمراہ اور اس کے پیشوا کو مبغوض ثابت کرنا شروع کر دیا چنانچہ قرآن میں تحریف معنوی یعنی تفسیر بالرائے وغیرہ شروع ہو گئی۔ اور چونکہ حدیث اس وقت کتاب کی شکل میں مدون نہیں تھی لہٰذا انہیں ایک سنہرا موقع ہاتھ آ گیا اور اس قدر احادیث گھڑیں کہ ان کے خزف ریزوں نے احادیث کے جواہر پاروں کو چھپانا شروع کر دیا۔ لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے قانون ازلی کے مطابق ایسے محدثین کرام کو وجود بخشا جنہوں نے ان دجالوں کا تعاقب کیا اور ان کے خزف ریزوں سے جواہر پاروں کو چھانٹ کر الگ کر دیا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء.

وضع حدیث پر وعید: وضع حدیث پر وعید کی معرفت کے لئے حدیث رسول ﷺ من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار (صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ ا رص ۲۰۲ مع الفتح) اور قول رسول من يعمل على مالم اقل فليتبوأ مقعده من النار (حوالہ مذکور) کافی ہے باوجودیکہ اس باب میں بہت سی روایتیں موجود ہیں۔

واضعین حدیث کے سلسلے میں ابوالعباس سراج کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کے پاس ابن الکرام کا ایک مکتوب لے کر گیا جس میں انہوں نے امام صاحب سے کچھ حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا تھا جس میں ایک حدیث زہری عن سالم عن ابیہ کی سند سے الايمان لا يزيد ولا ينقص بھی موجود تھی آپ نے اس حدیث کے سلسلے میں جواباً لکھا کہ من حدث بهذا استوجب به الضرب الشديد والحبس الطويل (الاباطیل والمناکیر ۲۰-۱۹) بلکہ بعض ائمہ اس سے بڑھ کر واضعین حدیث کو کافر اور حلال الدم قرار دیتے ہیں۔

موضوع حدیث کی روایت کاحکم: امام نوویؒ موضوع حدیث کی روایت کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ موضوع حدیث کے وضع کو جانتے ہوئے اس کا بیان کرنا حرام ہے“ اور حافظ ابن صلاح بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لا تحل روايته لاحد علم حاله فى اى معنى كان الامقر ونابيان وضعه (مقدمۃ ابن صلح ص: ۲۱۲) اور اسی بات کی طرف حدیث رسول من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكذابين (صحیح مسلم باب تغلیظ الکذب) بھی اشارہ کرتی ہے۔

وضع حدیث کے اسباب: (۱) بعض لوگوں نے شخصی مناقب اور خاندانی فضائل کو ثابت کرنے کی خاطر حدیثیں گھڑیں۔

(۲) نبی کی ذات گرامی سے عقیدت ومحبت میں افراط اور غلو کرنا۔

(۳) بعض لوگوں نے تعصب مذہبی اور ہوائے نفس کی خاطر حدیثیں گھڑیں۔

(۴) بعض لوگوں نے بادشاہوں اور امیروں کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے کے لئے حدیثیں گھڑیں۔

(۵) بعض لوگوں نے اچھے کاموں کی طرف رغبت دلانے اور گناہ کے کاموں سے باز رکھنے کی نیت سے حدیثیں گھڑیں۔

(۶) شہرت اور ناموری حاصل کرنے کے لئے حدیثیں گھڑیں۔

(۷) کچھ شکم پرور لوگوں نے حدیثیں گھڑیں۔

وضع حدیث اوراس کے برے اثرات: آج امت مسلمہ جو طرح طرح کے شرک وبدعات اور خرافات کی دلدل میں پھنسی نظر آتی ہے اس میں موضوع اور ضعیف روایات کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے آج لوگ ان موضوع اور ضعیف روایتوں کی بناء پر شرک وبدعات کو عین دین اسلام اور کار خیر سمجھ کر بلا کسی تفکر وتدبر کے اختیار کئے بیٹھے ہیں مثال کے طور پر دعا میں اولیاء وانبیاء کا وسیلہ لگانا ناجائز ہے لیکن ایک من گھڑت قصہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے نکلنے پر اپنی دعا میں محمد کا وسیلہ لگایا تھا۔

اب عوام اس من گھڑت قصہ کو سن کر بلا تامل مردوں کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں جو بلا ریب کھلا ہوا شرک ہے کیونکہ محدثین کرام نے اس قصہ کو صراحتاً موضوع اور جھوٹ قرار دیا ہے کیا یہ موضوع اور ضعیف روایتوں کے برے اثرات پر برہان مبین

نہیں نیز امت محمدیہ میں جو آج عدم اتفاق اور آپسی اختلاف وتضاد کا طوفان بپا ہے اس میں موضوع اور ضعیف احادیث کا بھی ایک اہم رول ہے کیونکہ ان کی بناء پر ہر غلط عقائد واعمال کے علمبردار صحیح عقائد کے حاملین کے مخالف بن جاتے ہیں اور یہ ایک عظیم ترین نقصان ہے جو موضوع اور ضعیف روایتوں کی بنا پر امت کو جھیلنا پڑ رہا ہے۔

اسی طرح شب برات اور لیلۃ القدر کا معاملہ ہے کہ شب برأت کی فضیلت میں کوئی بھی صحیح حدیث موجود نہیں برخلاف اس کے لیلۃ القدر کی بے انتہا فضیلت احادیث مرفوعہ ثابتہ اور خود قرآن مجید میں وارد ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ'' مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (سورۃ القدر) مگر افسوس کہ لوگوں کے بگڑے ہوئے مزاج نے عملی زندگی میں اس حقیقت کو پلٹ دیا جس رات کی کوئی فضیلت نہیں اس میں عبادات اور شب بیداری کا حددرجہ اہتمام کرتے ہیں لیکن جس رات کی فضیلت پر بے شمار احادیث صحیحہ اور قرآنی آیات موجود ہیں ان کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ افسوس آج عام مسلمان ضعیف اور موضوع احادیث پر بڑی پابندی سے عمل پیرا ہیں۔

موضوع احادیث کے پہچاننے کے طریقے: موضوع احادیث میں ایک خاص طرح کی کھلی ہوئی سطحیت ہوتی ہے جو اس کے موضوع اور جعلی ہونے کا اعلان کرتی ہے چنانچہ ربیع بن خثیم صحیح حدیث کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔ لہ ضوء کضوء النہار دن کی طرح اس کی روشنی ہوتی ہے، اور موضوع حدیث کے سلسلے میں فرمایا: لہ ظلمۃ کظلمۃ اللیل اس کی تاریکی رات کی تاریکی کی طرح ہوتی ہے۔ (تدریب الراوی ج ا ص ۲۷۵ للسیوطی)

سند میں وضع کی علامت: راوی حدیث خود اپنے وضع کا اعتراف کرے کہ اس نے فلاں فلاں حدیثیں گھڑی ہیں جیسا ابوعصمہ نوح ابن ابی مریم اور عبدالکریم بن ابوالعوجاء وغیرہ نے کیا ہے۔

۲۔ راوی حدیث کذب میں مشہور ہو اور اس سے روایت کوئی ثقہ راوی نہ کرتا ہو جیسے بجلوا المشائخ فان تبجیل المشائخ من تبجیل اللہ مشائخ کی تعظیم کرو کیونکہ مشائخ کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات للمقدسی ص: ۲۸ بحوالہ فتنہ وضع حدیث اور اس کی پہچان ص ۹۴)

۳۔ راوی کسی ایسے شخص سے روایت کرتا ہو جس کا معاصر تو ہو لیکن اس کی ملاقات ثابت نہ ہو یا کسی ایسی جگہ حدیث سننے کا دعویٰ کرتا ہو جہاں اس کا جانا ثابت نہ ہو۔ وہ اس کی وفات کے بعد پیدا ہو۔ اس باب میں مامون بن احمد الہروری کا نام آتا ہے۔

۴۔ راوی اہل بدعت ہو اور اپنے مسلک کی تائید وحمایت میں حدیثیں بیان کرتا ہو مثلاً خارجیہ، مرجیہ اور معتزلہ وغیرہ سے تعلق رکھتا ہو اس باب میں حبہ بن جوبن کا نام آتا ہے۔

متن حدیث میں وضع کی علامت: ا۔ متن حدیث میں ایسے الفاظ ہوں کہ جو فصاحت اور بلاغت سے عاری ہوں اور کلام رسول کا ہونا محال ہو۔

۲۔ حدیث عقل صریح کے خلاف ہو جس کی تاویل نہ کی جا سکتی ہو۔ واضح رہے کہ علماء حدیث نے محال عقلی اور محال عادی میں جو فرق بیان کیا ہے اس باب میں اس کا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔

۳۔ حدیث واقعہ اور تاریخ کے خلاف ہو۔ ۴۔ حدیث قرآنی آیات کے خلاف ہو۔ ۵۔ محسوسات ومشاہدات کے خلاف ہو۔ ۶۔ سنت ثابتہ کے خلاف ہو۔

۷۔ حکمت واخلاق کے عام اصولوں کے منافی ہو اور بے تکی ہو۔ جیسے عقولھن فی فروجھن (المقاصد الحسنۃ ۱۰۷ بحوالہ فتنہ وضع حدیث اور اس کی پہچان ص ۱۰۱)

۸۔ اللہ جل شانہ کے مرتبہ اور شان کے خلاف ہو جیسے ان اللہ اشتکت عیناہ فعادتہ الملائکۃ (فتنۃ وضع حدیث: ص ۹۹)

۹۔ شان نبوت کے خلاف ہو۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یطیر الحمام (السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص: ۹۹ بحوالہ مذکور)

۱۰۔ روایت میں کسی قوم یا زبان کی مذمت ہو۔ ابغض الکلام الی اللہ الفارسیۃ وکلام الشیاطین الخوزیۃ وکلام اھل النار النجاریۃ (تذکرۃ الموضوعات للفتنی بحوالہ فتنہ وضع حدیث اور اس کی پہچان، ص ۱۰۴)

خلاصہ بحث: خلاصہ بحث یہ ہے کہ احادیث رسول ﷺ جو حیات انسانی کے لئے جواہر پاروں کی حیثیت رکھتی ہیں اور جن پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے ان میں دشمنان اسلام نے اپنے خزف ریزوں کی آمیزش کر کے مسلمانوں کو صراط مستقیم سے متزلزل کرنیکی ناپاک کوششیں کیں۔ اور کسی حد تک کامیاب بھی رہے اور امت مسلمہ جس کو قرآن حکیم نے كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۰) اور جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ: ۱۴۳) کا خطاب دیا تھا آج اباطیل واکاذیب کی دلدل میں پھنس کر اپنے قیمتی جواہر پاروں سے ہاتھ دھو بیٹھی اور ضلالت وگمراہی کے بحر عمیق میں غرق ہوگئی لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے مختلف عصور میں ایسے ممتاز محدثین کا ظہور فرمایا جنہوں نے اس بادصرصر کا مقابلہ کیا اور احادیث صحیحہ کو احادیث ضعیفہ وموضوعہ سے چھانٹ کر امت اسلامیہ پر احسان عظیم فرمایا فجزاھم اللہ احسن الجزاء مگر حیف صد حیف کہ آج کچھ نیم قسم عالم، مفتی واعظین ومقررین اپنی اہمیت وعظمت کا سکہ بٹھانے کے لئے بلا کسی خوف کے ضعیف اور موضوع احادیث کو بیان کرتے ہیں اور انھیں حدیث رسول من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار کا ذرا بھی پاس نہیں ہوتا۔

لہٰذا باخبر علماء کرام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ضعیف اور موضوع احادیث کو اپنی تحقیق کا موضوع بنائیں اور مشہور ومعروف ضعیف اور موضوع احادیث کے ضعف کو عوام الناس کے سامنے آشکارا کریں تاکہ امت صحیح اسلام کی طرف لوٹے اور مزید گمراہی سے بچی رہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم کو تاج سرفرازی سے مشرف فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

خلع کے مختصر احکام ومسائل

ابوعدنان سعید الرحمٰن نورالعین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الہندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی
Mob. 8285162681

بلاشبہ رشتہ ازدواج ایک بابرکت رشتہ ہے۔ اسلامی شریعت میں ازدواجی زندگی کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی گئی ہے کہ عورت اور مرد کا ازدواجی تعلق باہمی اعتماد، الفت ومحبت اور آپسی ہمدردی وغمگساری کے ساتھ قائم رہے اور میاں وبیوی دونوں ایک دوسرے کے لئے خیرخواہ بن کر زندگی گزاریں۔ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوجانے کے بعد یہ رشتہ اس قدر محترم اور قابل قدر ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کے لئے لباس قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:"هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" یعنی تمہاری بیویاں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ازدواجی زندگی میں کچھ وجوہات کی بناء پر بسا اوقات ایسے ناخوشگوار حالات پیدا ہوتے ہیں کہ مبارک اور پاکیزہ رشتہ میں دراڑ آنے لگتی ہے اور باہمی اعتماد والفت کا خاتمہ ہونے لگتا ہے اور بسیار کوششوں کے بعد بھی گھر میں سکون واطمینان نصیب نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں اس رشتہ کو توڑ کر زوجین کا الگ ہوجانا ضروری ہوجاتا ہے اور اس رشتہ کو باقی رکھنا اغراض شریعت کے خلاف ہوتا ہے۔

اس رشتہ ازدواج کو کیوں کر ختم کیا جاسکتا ہے؟ اس کے ضمن میں شریعت اسلامیہ نے معاملۂ نکاح کے دونوں فریقوں کو ایک ایک قانونی آلہ ایسا دیا ہے کہ وہ عقد نکاح کے ناقابل برداشت ہوجانے کی صورت میں حل وعقد کا کام دے سکتا ہے۔ مرد کے قانونی آلہ کا نام طلاق ہے جس کے استعمال کا اس کو آزادانہ اختیار دیا گیا ہے اور اس کے بالمقابل عورت کے قانونی آلہ کا نام خلع ہے جس کے استعمال کی یہ صورت رکھی گئی ہے کہ جب وہ عقد نکاح کو توڑنا چاہے تو پہلے مرد سے اس کا مطالبہ کرے اور اگر مرد اس کا مطالبہ پورا کرنے سے منع کرے تو پھر قاضی کی مدد لے۔ زیر نظر سطور میں اسی خلع کے تعلق سے چند باتیں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ آپ خلع کے احکام ومسائل کو پڑھ کر اس امر کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ مذہب اسلام نے خواتین کو کس طرح سے اعلیٰ اور ارفع مقام عطا کیا ہے۔ بروقت ہمارے ملک ہندوستان میں طلاق ثلاثہ اور دوسرے مسائل کو لے کر سیاسی گلیاروں کے ساتھ ساتھ میڈیا میں خوب ہوہلا کیا جاتا ہے کہ اسلامی قوانین عورتوں کے ساتھ ناانصافی پر مبنی ہیں جو سراسر بہتان اور شرعی تعلیمات سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ کے قوانین نہایت واضح اور عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔ مذہب اسلام نے خواتین کو نمایاں مقام عطا کیا ہے۔ مردوں کو جہاں درجۂ قوامیت پر فائز کیا ہے وہیں خواتین کو مردوں کے ہاتھ میں کھلونا اور آلۂ کار بننے سے تحفظ فراہم کرتے ہوئے شریعت اسلامیہ نے عورت اور مرد کے حقوق کے درمیان عمدہ اور مناسب توازن قائم کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے سماج ومعاشرہ میں عورتوں کے خلع کے حق کو عملاً سلب کرلیا گیا ہے اور شرعی تعلیمات کے برخلاف خلع دینے یا نہ دینے کو بالکل مردوں کی خواہش پر منحصر کردیا ہے۔

خلع کا معنی و مفہوم: خلع خاء کے ضمہ کے ساتھ خَلَعَ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ اتارنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:"فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ"۔ مناسبت یہ ہے کہ قرآن کریم میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ"،خلع کے ذریعہ ایک دوسرے سے علاحدگی لباس اتار دینے کے مترادف ہے۔

خلع کہتے ہیں کہ اگر عورت اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور کسی بھی طرح سے اس کے ساتھ گزر بسر نہ کرسکتی ہو تو اس سے علاحدہ ہونے کے لئے شوہر سے کہہ سکتی ہے۔ اس صورت میں بیوی شوہر کا دیا ہوا مال مہر یا اس سے تھوڑا کم یا زیادہ دے گی اور اپنے شوہر کی اجازت کے بعد شوہر سے جدا ہوجائے گی۔ اس جدائی کا نام ہی خلع ہے۔ اس میں پہل بیوی کی طرف سے ہوتی ہے اور شوہر اپنی اہلیہ کو خلع کی اجازت دیتا ہے لیکن اگر شوہر بیوی کو خلع کی اجازت نہ دے تو بیوی کو قاضی یا عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کا حق حاصل ہے اور پھر عدالت شوہر سے بیوی کو علاحدہ کرائے گی۔

خلع کی مشروعیت: خلع کے تعلق سے قرآن پاک میں وارد ہے:"وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (سورة البقرة/ 229) یعنی تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ جو کچھ تم اپنی بیویوں کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو، الا یہ کہ میاں بیوی کو یہ خوف ہو کہ اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے تو ایسی صورت میں کچھ مضائقہ نہیں اگر عورت کچھ معاوضہ دے کر عقد نکاح سے آزاد ہوجائے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خلع گرچہ ایک بری چیز ہے جس طرح سے طلاق بری چیز ہے لیکن جب یہ خوف ہو کہ حدود اللہ ٹوٹ جائیں گے تو خلع لینے میں کوئی برائی نہیں ہے۔

احادیث سے بھی خلع کی مشروعیت کا پتا چلتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ثابت پر کوئی دینی یا اخلاقی عیب نہیں لگاتی لیکن میں اسلام میں کفر (شوہر کی نافرمانی) کو ناپسند کرتی ہوں۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس کا باغیچہ واپس کرسکتی ہو؟'' وہ کہنے لگیں: جی ہاں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا باغ قبول کرلو اور اسے چھوڑ دو''۔ (صحیح بخاری/5273)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس روایت کو الاستیعاب ۳/۳۲/۷ میں روایت کیا ہے جس کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کا نام جمیلہ بنت ابی سلول تھا۔ انہوں نے ثابت رضی اللہ عنہ سے خلع لیا تھا اور وجہ بتاتے ہوئے ان کی بدصورتی اور پستہ قد ہونے کا حوالہ دیا تھا۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان جدائی کرادی تھی۔

فقہاء امت کا خلع کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ بکر بن عبداللہ مزنی نے صرف اس اجماع کی مخالفت کی ہے لیکن علمائے امت نے ان کی بات کو قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کردیا ہے۔ (عمدۃ القاری للعینی ۲۰/۲۶۰، المغنی لابن قدامۃ المقدسی ۷/۵۲، فتح الباری لابن حجر العسقلانی ۱۱/۳۱۳، تفسیر قرطبی ۳/۱۴۰)

طلاق کی طرح، خلع بھی ایک مبغوض عمل ہے: کتاب وسنت کی ورق گردانی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خلع طلاق ہی کی طرح ایک محظور اور ممنوع عمل ہے اور بوقت ضرورت ہی اس کی اجازت موجود ہے۔ اگر کوئی خاتون بلاوجہ خلع طلب کرتی ہے تو اس کا عمل غیر شرعی قرار پائے گا اور وہ آثم اور گنہگار ٹھہرے گی۔ ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''أیما امرأۃ سألت زوجها طلاقا فی غیر ما بأس فحرام علیها رائحة الجنة'' یعنی اگر کوئی خاتون بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق طلب کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (مسند احمد/22440، سنن ابوداود/2226، سنن ترمذی/1187، سنن ابن ماجہ/2055، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان المختلعات والمنتزعات هن المنافقات'' یعنی خلع کو کھیل بنانے والی اور شوہر کی اجازت کے بناء شوہر کی عصمت سے اپنے آپ کو نکالنے والی عورتیں منافق ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۳۳۹، شیخ البانی نے اسے صحیح الجامع/1934 میں صحیح قرار دیا ہے۔)

نیز مزید ایک حدیث میں وارد ہے: ''أیما امرأۃ اختلعت من زوجها بغیر نشوز فعلیها لعنة الله والملائکة والناس أجمعین'' یعنی اگر کوئی خاتون شوہر سے اختلاف کے بناء خلع طلب کرتی ہے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت اور پھٹکار ہوتی ہے۔

سابقہ نصوص سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ خلع دراصل ایک مکروہ عمل ہے لیکن جب رشتہ ازدواج میں زوجین (میاں بیوی) کے لئے رہنا دوبھر ہوجائے اور صلح وصفائی کی ساری امیدیں معدوم ہوجائیں تو ایسی صورت میں شریعت اسلامیہ نے اسے مشروع قرار دیا ہے۔ لہذا، اسے بوقت ضرورت ہی مشروع کیا گیا ہے۔ چنانچہ مختلف فقہائے کرام بالخصوص ائمہ اربعہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ پیش خدمت ہے خلع کے تعلق سے بعض فقہائے امت کے اقوال:

۱- امام ابن ہمام کہتے ہیں: والأصح حظره الا لحاجة یعنی صحیح ترین قول کے مطابق خلع ممنوع ہے۔ ہاں، ضرورت کے پیش نظر مشروع ہے۔ (فتح القدیر لابن الهمام ۴/۲۱۲)

۲- امام شربینی الخطیب نے کہا ہے: الخلع مکروه لما فیه من قطع النکاح الذی هو مطلوب الشرع یعنی خلع مکروہ عمل ہے کیونکہ اس سے شادی جو شرعی ناحیہ سے مطلوب ہے، ٹوٹ جاتی ہے۔ (مغنی المحتاج ۳/۲۶۲)

۳- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: وهو- الخلع- مکروه الا فی حالة مخافة ألا یقیما حدود الله...... یعنی خلع ایک مکروہ عمل ہے۔ ہاں، جب اللہ کی حدود کی پامالی کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی اجازت ہے۔ (فتح الباری ۹/۳۴۶)

۴- قال ابن قدامة: اذا خالعت المرأۃ زوجها، والحال عامرة والأخلاق ملتئمة فانه یکره له ذلک'' یعنی جب عورت اپنے شوہر سے خلع طلب کرتی ہے حالانکہ حالت مناسب ہو اور اخلاق بھی خوش کن ہو تو یہ مکروہ عمل ہے۔ (المغنی ۷/۵۴)

ان تمام اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع بحالت مجبوری مشروع ہے۔ اس کو فیشن بنالینا یا پھر شوہر کی اجازت کے نام پر اس کو کالعدم قرار دے دینا ہر دو لحاظ سے غلط ہے۔

خلع چاهنے والی عورت پر مهر واپس کرنا ضروری ہے: عورت جب اپنے شوہر سے جدائی چاہتی ہے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ مرد کے ذریعہ دی گئی مہر واپس کرے۔ اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس طرح سے شوہر جب اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے جدا ہوتا ہے تو اس پر متعدد قیود عائد کردی جاتی ہیں۔ مثلا: یہ کہ مہر جو اس نے اپنی بیوی کو دیا تھا اس کا نقصان گوارا کرے۔ زمانہ حیض میں طلاق نہ دے۔ تین طہروں میں رجوع کرکے ایک طلاق دے۔ عورت کو زمانہ عدت میں اپنے ساتھ رکھے اور جب تین طلاق دے چکے تو پھر وہ عورت تحلیل کے بناء اس کے نکاح میں نہ آسکے، اسی طرح سے عورت کو بھی خلع کا حق دینے کے

ساتھ چند قیود عائد کردی گئی ہیں جن کو قرآن مجید کی اس مختصر آیت کریمہ میں بتام و کمال بیان کردیا گیا ہے: فَـاِنْ خِـفْـتُـمْ اَلَّا یُـقِیْـمَـا حُدُوْدَ اللّٰـهِ فَلاَ جُنَـاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (سورة البقرة/229) یعنی اگر میاں بیوی کو اس بات کا خوف ہو کہ وہ اللہ کے حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے تو ایسی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اگر عورت کچھ معاوضہ دے کر عقد نکاح سے آزاد ہوجائے۔

اسی طرح سے جب جمیلہ بنت ابی سلول نے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ سے خلع کا مطالبہ کیا اور معاملہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچا تو آپ نے جمیلہ سے ثابت رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دیئے گئے باغ کو واپس کرنے کی شرط رکھی جسے جمیلہ رضی اللہ عنہا نے لوٹا کر خلع کرلیا۔ (صحیح بخاری ۹/۳۴۰)

مرد کے لئے جائز نہیں ہے کہ مہر سے زیادہ حصہ عورت سے خلع کے وقت مطالبہ کرے کیونکہ خلع کے موقع پر ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ جمیلہ رضی اللہ عنہا نے مہر سے زیادہ دینے کی خواہش کی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کردیا اور کہا: ''اما الزیادة فلا، ولکن حدیقته'' یعنی زیادہ تو نہیں مگر اس کا باغ واپس کردے۔ (سنن دارقطنی/39، امام دارقطنی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور امام شوکانی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ملاحظہ ہو: الـدرر المضية ۲/۱۵)

یہی قول سعید بن مسیّب، عطاء، عمرو بن شعیب، امام زہری، طاووس، حسن بصری، امام شعبی، حماد بن ابی سلیمان اور ربیع بن انس کا ہے کہ شوہر اپنے مہر سے زیادہ خلع طلب کرنے والی عورت سے مال نہیں لے سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۳/۲۷، تفسیر ابن کثیر ۱/۵۲۷، تفسیر قرطبی ۳/۱۴۱، المغنی ۷/۵۳)

بعض علمائے کرام نے تفریق کیا ہے کہ اگر نشوز اور ناپسندیدگی بیوی کی طرف سے ہو تو وہ شوہر کے دیئے ہوئے مہر سے زیادہ دے سکتی ہے لیکن اگر شوہر کی ناپسندیدگی کی وجہ سے وہ خلع طلب کررہی ہو تو نہیں اور جمہور کا موقف ہے کہ یہ زوجین یعنی میاں بیوی پر منحصر ہے کہ وہ کس قدر عوض پر اتفاق کرکے خلع کے لئے راضی ہوجاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: بداية المجتهد لابن رشد المالكى ۳/۱۳۲، المنهاج للنووى ص/۲۲۶)

لیکن صحیح دلائل کی وجہ سے یہ مرجوح قول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جہاں تک مرد کا مہر میں دیئے ہوئے مقدار سے کم مال لے کر عورت کو خلع کی اجازت دینے کی بات ہے تو اس تعلق سے ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری اہلیہ حبیبہ بنت سہیل انصاریہ سے خلع کے ضمن میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا: ''خذ بعض مالها و فارقها'' یعنی اس کے مال کا ایک حصہ لے لے اور اسے جدا کردے۔ (سنن ابوداود/2228)

نیز اس صورت میں مرد اپنے دیئے ہوئے مال کا ایک حصہ چھوڑنے پر راضی ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن پہلی صورت میں وہ بیوی کو دیئے ہوئے مال سے زیادہ دینے پر مجبور کررہا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ حرام ہے۔

خلع کے اسباب: مندرجہ ذیل صورتوں میں عورت خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے:

۱- عورت خاوند کو ناپسند کرتی ہے اس کی بدخلقی کی وجہ سے یا بدشکل ہونے کی وجہ سے۔ اسے خدشہ ہو کہ اس صورت میں وہ خاوند کے شرعی حقوق اچھے ڈھنگ سے انجام نہیں دے پائے گی۔

۲- شوہر کوئی حرام کام کرتا ہو اور اپنی بیوی کو اس کے لئے مجبور کرتا ہو تو اس صورت میں بیوی اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

۳- خاوند بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنے سے عملا قاصر ہو یا اس سے کوئی دلچسپی نہ رکھتا ہو۔

۴- بے وجہ بیوی کو تنگ کرتا رہتا ہو یا اس کے ساس سسر وغیرہ جہیز وغیرہ نہ لانے کی وجہ سے تنگ کرتے رہتے ہوں۔

خلع کے لئے کوئی مناسب عذر ہونا چاہئے۔ بغیر کسی معقول عذر کے خلع کا مطالبہ ٹھیک نہیں ہے۔

خلع کا طریقہ: خلع دو طریقے سے ہوسکتا ہے۔ ایک بذریعہ فسخ اور دوسرا بذریعہ طلاق جیسا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے کیا۔ انہوں نے مہر میں دیا باغ کو واپس لے کر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی۔

خلع کے ذریعہ جدائی پر صحیح قول کے مطابق فسخ لازم آتا ہے۔ یہی قول عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، طاووس، ابوثور، دو قول میں سے ایک قول امام شافعی کا، ایک روایت کے مطابق امام احمد اور امام شوکانی کا ہے کہ خلع کے ذریعہ جدائی پر فسخ لازم آتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المحلی ۱۰/۲۳۸، المغنی ۷/۵۷، شرح منتہی الارادات ۲/۲۳۸)

اس قول کی بنیاد پر اگر وہ دونوں ساتھ رہنا چاہیں تو پھر نئے سرے سے نکاح اور مہر دینے کے بعد رہ سکتے ہیں۔

خلع لینے والی خاتون کی عدت: خلع لینے والی عورت کی عدت کتنی ہوگی؟ اس تعلق سے علمائے کرام کا شدید اختلاف ہے۔ راجح ترین قول کے مطابق خلع حاصل کرنے والی خاتون کی عدت ایک حیض ہوگی۔ یہی قول عبداللہ بن عباس، آخری قول کے مطابق عبداللہ بن عمر، ابن تیمیہ، ابن قیم الجوزیۃ اور امام احمد کا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتاوی ابن تیمیہ ۳۲/۲۹۱، زاد المعاد ۴/۴۱۵)

اس کی دلیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ مشہور حدیث ہے جس میں وارد ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے خلع طلب کیا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔ (سنن

ابوداود/2229،سنن ترمذی/1185)

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مختلعہ (خلع حاصل کرنے والی خاتون) مطلقہ کی طرح تین حیض عدت گزارے گی۔ یہ قول امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، ایک روایت کے مطابق امام احمد، ابن حزم ظاہری وغیرہ سے منقول ہے لیکن یہ مرجوح قول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خلع میں شوہر کی اجازت ضروری ھے: اگر کوئی خاتون اپنے شوہر سے جدائی چاہتی ہو تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنے شوہر سے اجازت طلب کرے اور شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کو خلع اس شرط پر دے کہ وہ اس سے حد درجہ نفرت کرتی ہو اور ان کے درمیان کا رشتہ بے حد خراب ہو گیا ہو تو اسے خلع کی اجازت دے دے لیکن اگر کوئی شوہر خلع کی اجازت نہیں دیتا ہے تو پھر اس صورت میں بیوی معاملہ کو قاضی اور امام تک لے جائے گی اور پھر امام شوہر کو کہہ کر دونوں کے مابین خلع کرا دے گا۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی دونوں بیویوں کے ساتھ خلع والی حدیثوں میں یہی ہوا کہ معاملہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور آپ نے ثابت اور ان کی دونوں بیویوں کے درمیان خلع کرا دیا۔

موجودہ معاشرہ میں خلع کو شوہر کی اجازت پر موقوف مان کر ایک طرح سے ختم کر دیا گیا ہے جبکہ اس کے بعد کا مرحلہ بھی موجود ہے کہ اگر شوہر عورت کے خلع طلب کرنے کی بات کو تسلیم کر کے اسے خلع نہیں دیتا ہے تو بیوی اس صورت میں قاضی کے پاس جا کر اس بات کو رکھ سکتی ہے اور پھر قاضی شوہر کو طلاق کے لئے یا پھر خلع پر راضی ہونے کے لئے کہہ سکتا ہے۔ قاضی بیوی کو بھی شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے راضی کرنے کی کوشش کر سکتا ہے مگر اس کی خواہش کے خلاف اسے مجبور نہیں کر سکتا ہے کیونکہ خلع اس کا حق ہے جو اللہ نے اسے دیا ہے اور اگر وہ اس امر کا اندیشہ ظاہر کرتی ہے کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے میں وہ حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکے گی تو کسی کو اس سے یہ کہنے کا حق نہیں کہ تو چاہے حدود اللہ توڑ دے مگر اس خاص مرد کے ساتھ بہر حال تجھ کو رہنا پڑے گا۔

یہ رہے خلع کے مختصر احکام ومسائل۔ اللہ سے دعا ہے کہ بار الہا تو تمام مسلمانوں کی ازدواجی زندگی میں سکون واطمینان پیدا فرما دے اور مسلمانوں کو صحیح دین اسلام کی پیروی کی توفیق ارزانی فرما تا کہ ہر شخص کا اسلام سے رشتہ بحال رہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں اور دین ودنیا ہر دو جگہ میں کامیابی ہمارے قدم چومے۔ آمین یا رب العالمین۔

☆☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اور اہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر۔ ان شاءاللہ

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ اس سلسلہ میں الحمدللہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہونے والا ہے اور اُردو بازار میں اہل حدیث منزل کی تیسری منزل تک کی تعمیر کا کام مکمل ہوا چاہتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔ مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان کریں۔ اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

عنقریب ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلیٰ سطحی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کر کے مشکور وماجور ہوں۔

نوٹ: اس سلسلہ میں متعلقہ صوبوں کے ذمہ داران واعیان کو اطلاع کردی گئی ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

ولیمہ کی مشروعیت

امر اللہ ارشد عبدالباقی سلفی

ولیمہ 'ولم' سے مشتق ہے جس کا معنیٰ اکٹھا اور جمع کرنا ہے۔

اصطلاح شرع میں ولیمہ اس دعوت کو کہا جاتا ہے جو شادی کے موقع پر زوجین کے باہمی اختلاط کے بعد کی جاتی ہے۔

ضیافت کی قسمیں:

امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی ضیافت ومہمان نوازی کی آٹھ اقسام رقم فرماہیں۔

۱۔الولیمة للعرس: شادی کے موقع سے دعوت کرنا۔(یہ مسنون ہے)

۲۔الخرس لسلامة المرأة من الولادة، عورت کا ایام ولادت سے صحیح وسالم فراغت پانے کے بعد دعوت کرنا (اس میں مضیف مختار ہے)

۳۔الاعذار للختان، بچہ کے ختنہ کرانے کے بعد دعوت کرنا(یہ دعوت مختلف فیہ ہے)

۴۔الوکیرة للبنائ عمارت بنوانے کے بعد دعوت کرنا(اس میں مضیف مختار ہے)

۵۔النقیعة لقدوم المسافر، مسافر کا اپنے سفر سے صحیح وسالم منزل مقصود تک پہنچ جانے پر دعوت کرنا (اس میں مضیف مختار ہے)

۶۔العقیقة یوم سابع الولادة ، بچے کی ولادت کے ساتویں روز دعوت کرنا۔(یہ دعوت مسنون ہے)

۷۔الوضیمة عندالمصیبة، نزول مصیبت پر دعوت کرنا (یہ دعوت حرام ہے)

۸۔المادبة الطعام المتخذ للضیافة بلاسبب، بغیر کسی وجہ کے دعوت کرنا۔(یہ دعوت مسنون ہے) (تحفۃ الاحوذی ۲/۱۷۲، سبل السلام: ۱۵۳/۳)

ولیمہ کی شرعی حیثیت: عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم رأی علی عبدالرحمن بن عوف اثر صفرة فقال: ما هذا؟ قال انی تزوجت امرأة علی وزن نواة من ذهب فقال بارك الله لك اولم ولو بشاة (متفق علیه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے کپڑے پر زردی کا نشان دیکھا تو آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے ایک عورت سے پانچ درہم کے برابر سونا کے عوض شادی کیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہیں برکت سے ہمکنار کرے، تم ولیمہ ضرور کرو گرچہ ایک ہی بکری کیوں نہ ہو۔

اس حدیث میں واردشدہ آخری (اختتامی) کلمے 'اولم ولو بشاۃ'' سے استدلال کرتے ہوئے داؤد ظاہری اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ ولیمہ کرنا واجب ہے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں ولیمہ کرنا سنت ہے، ابن بطال کا قول ہے کہ میں کسی عالم کو نہیں جانتا ہوں جنہوں نے ولیمہ کو واجب کہا ہو، جمہور علماء امت کا قول ہے کہ ولیمہ کرنا مندوب ہے۔(تحفۃ الاحوذی ۲/۳/۱۷۲، سبل السلام: ۱۵۴/۳)

ولیمہ کس چیز کا ہو؟

ناکح اپنی سہولت واستطاعت کی بنیاد پر ولیمہ میں حسن انتظام کا مختار ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت خزیمہ سے نکاح کے بعد ایک بکری، زینب بنت جحش سے نکاح کے بعد گوشت روٹی اور صفیہ بنت حی بن اخطب سے نکاح کے بعد کھجور، گھی، پنیر اور ستو کا ولیمہ کیا تھا۔ (رضی اللہ عنہن) بعض علماء نے ''ولو بشاۃ'' میں ''لو'' کو نافیہ مان کر بکری کو ممنوع قرار دیا ہے لیکن امام ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''لو'' نافیہ نہیں بلکہ تقلیل کے لیے ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، نبی ﷺ نے ان سے دریافت کیا۔ اعرست قال نعم، قال اولمت، قال لا، فرمی الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم بنواة من ذهب فقال اولم ولو بشاة.

کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا ولیمہ بھی کرلیا؟ انہوں نے جواب دیا نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے پانچ درہم کے برابر سونا ان کی طرف پھینکا اور کہا ولیمہ کرو گرچہ ایک ہی بکری کیوں نہ ہو۔(تحفۃ الاحوذی: ۱۷۲/۲)

ولیمہ کب ہو؟

علماء امت کے درمیان اس بارے میں شدید اختلاف ہے کہ ولیمہ کس وقت کیا جائے؟ چنانچہ امام صنعانی رقم طراز ہیں: شوافع میں سے ماوردی کا قول ہے کہ دخول کے وقت ولیمہ کیا جائے گا، لیکن ابن السبکی کا قول ہے کہ نبی ﷺ سے بعد الدخول ولیمہ کرنا ثابت ہے(سبل السلام: ۱۵۵/۳)

مذکورہ بالا اقوال میں سے ثانی الذکر قول موافق سنت ہے اس لیے ناکح کو چاہیے کہ منکوحہ سے اختلاط باہمی اور زناشوی کے بعد ہی ولیمہ کرے۔

عن انس قال اقام النبی صلی الله علیه وسلم بین خیبر والمدینة ثلث لیال یبنی علیه بصفیة فدعوت المسلمین الی ولیمته. (رواه البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین رات قیام کیا اور وہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب باشی کی

پھر میں نے دیگر صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی دعوت ولیمہ پر بلایا۔

صحیح بخاری کی ہی حضرت انس سے مروی دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب باشی فرمائی: فاشبع الناس خبز او لحما تو صحابہ کرام کو خوب آسودگی کے ساتھ گوشت روٹی کھلائی۔

دعوت ولیمہ کن کو دی جائے؟

موجودہ زمانے میں اسلامی معاشرے کی اخلاقی پستی کا یہ حال یوں ہے کہ لوگ اپنی ''انا'' کو برقرار رکھنے کے لیے معاشی واقتصادی خوشحالی کی آڑ لے کر بطور نمود ونمائش اپنی دعوت میں محتاجوں وبیکسوں کو فراموش کرکے مالداروں اور معاشرے کے سربرآوردہ لوگوں کو ہی شریک کرتے ہیں جب کہ اس بارے میں رسول ﷺ کی انتہائی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ شر الطعام الوليمة يدعى لها الاغنياء ويترك الفقراء (متفق عليه)

دعوت ولیمہ میں بدترین دعوت وہ ہے جس میں مالداروں کو مدعو کیا جائے اور محتاجوں کو دعوت نہ دی جائے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شر الطعام، طعام الوليمة يمنعها من ياتيها ويدعى اليها من يأباها. یعنی بدترین دعوت ولیمہ وہ ہے جس میں حاجت مندوں کو روک دیا جائے اور بے نیازوں کو مدعو کیا جائے۔

ایجاب دعوت ولیمہ:

امت مسلمہ کے ہر فرد وبشر (مرد وعورت) پر دعوت ولیمہ کا قبول کرنا واجب ہے، جس نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا۔ تو اس نے درج ذیل حدیث کی روشنی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا دعى احدكم الى طعام فليجب فان شاء طعم وان شاء ترك (مسلم) یعنی تم میں سے جو کوئی کسی دعوت میں مدعو کیا جائے تو اسے قبول کرلے پھر چاہے تو کھانا کھائے یا چاہے تو چھوڑ دے۔ بلکہ اگر کوئی شخص نفلی روزے سے ہے تو وہ مختار ہے حسب منشا افطار کرکے دعوت کھالے وگرنہ دعائے برکت دے کر واپس آجائے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا دعى احدكم فليجب فان كان صائما فيصل، وان كان مفطرا فليطعم (مسلم)

متذکرہ بالا احادیث کی روشنی میں علماء کرام اس مسئلہ میں مختلف الرای ہیں، داؤد ظاہری اور ان کے متبعین اور بعض شافعیہ کے نزدیک ولیمۃ العرس کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، جمہور، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک دعوت ولیمہ قبول کرنا فرض عین ہے، امام مالک کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور امام ابن عبدالبر، قاضی عیاض، امام نووی کے نزدیک ولیمۃ العرس کی دعوت قبول کرنا باتفاق علماء واجب ہے۔ (تحفۃ الاحوذی :۲/۱۷۴، سبل السلام:۳/۱۵۵)

دعوت میں مدعوئین حضرات انتہائی متانت وسنجیدگی کے ساتھ سازگار ماحول کے تحت اجتماعی صورت سے دعوت کھائیں اس لیے کہ اس ماحول میں اللہ کی طرف سے برکت کا نزول ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اجتمعوا على طعامكم يبارك لكم فيه (ابوداؤد، ترمذی وصححه)

یعنی اکٹھے ہوکر کھانا کھاؤ، اس میں تمہارے واسطے برکت ہوگی، اگر کسی کو کوئی دعوت محبوب نہیں تو دسترخوان پر بیٹھ کر عیب جوئی نہ کرے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فعل کے موافق خواہش ہو تو کھالے ورنہ چھوڑ دے۔ ما عاب رسول الله ﷺ طعاما قط ان اشتهاه اكل وان كره ترك (تنقيح الرواة ۳/۲۰۵)

ہاں اگر دعوت میں کسی غیر شرعی روش کو فروغ دیا گیا ہے تو پھر ایسی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرکے اس میں شرکت سے احتراز کرنا چاہیے۔

عن على قال صنعت طعاما فدعوت رسول الله فجاء فرأى فى البيت تصاوير فرجع (ابن ماجه بسند صحيح)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے کھانا تیار کیا پھر رسول اللہ ﷺ کو مدعو کیا تو آپ آئے لیکن گھر کے اندر تصویر دیکھ کر واپس چلے گئے۔

اب آخر میں اس امر کی وضاحت بھی انتہائی اہم ہے کہ آیا عورتوں اور بچوں کو دعوت ولیمہ میں شرکت کی دعوت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی وارد ہوا ہے جسے امام محمد بن اسماعیل بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قال ابصر النبى ﷺ نساء وصبيانا مقبلين من عرس فقام ممتنا فقال اللهم انتم من احب الناس الى (بخاری)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ عورتوں اور بچوں کو دعوت ولیمہ سے لوٹتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ مسرت وشادمانی سے کھڑے ہوگئے پھر ارشاد فرمایا تم لوگ میرے لیے محبوب ترین لوگوں میں سے ہو۔

رب العالمین تمام مسلمانوں کو سنت صحیحہ کی اتباع اور سنت سیئہ سے اعراض کی توفیق بخشے۔ آمین

لیکن آج مختلف قسم کی دعوتوں میں جن میں دعوت ولیمہ بھی شامل ہے عورتیں بے پردگی اور حیا باختگی کا جو مظاہرہ کررہی ہیں اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا جوان لڑکیاں بے پردہ سارے پنڈال میں ہڑدنگ مچاتی پھرتی ہیں یہ مسلم معاشرے کی بے مرادی اور بگاڑ کی نشاندہی کرتا ہے اس کو بدلنا امت مسلمہ کے لیے ضروری اور واجب ہے اور ان دعوتوں کو لعنت بننے سے بچانا ضروری ہے۔

☆☆☆

خواتین کا حق وراثت اور سماجی رویے

مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی
استاذ ومفتی جامعہ دارالسلام، عمرآباد

دور جاہلیت میں انسانیت کی کوئی قدر و قیمت اور اہمیت نہ تھی، اور نہ ہی انسان کا کوئی حق مسلم تھا، بلکہ معمولی معمولی باتوں پر جنگ چھڑ جاتی تھی، زمانہ دراز تک خون کی ندیاں بہتی تھیں، انسان کا خون بہت ہی سستا اور ارزاں تھا، طبقات کی تقسیم، قبائلی عصبیت اور حسب ونسب کے غرور نے بعض انسانوں کو بعض انسانوں سے ممتاز بنا دیا تھا، آباء واجداد کے نام پر فخر کے ساتھ قصیدے سنائے جاتے تھے، دشمنوں پر ہجو کرنا شاعروں کا محبوب مشغلہ بن گیا تھا، حق تلفی عام ہوگئی تھی، کمزوروں اور ضعیفوں کے حقوق سلب کئے جاتے تھے، خصوصا عورتوں کو بالکل ہی حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا، اور اسے توجہ کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا, وراثت میں انہی لوگوں کو حق دیا جاتا تھا جو جنگ کے میدان میں اپنی قوت وطاقت کے جوہر دکھاسکیں، اور شہ سواری میں اپنا کمال دکھاسکھیں, اپنی قوت کے ذریعہ مقابل کو گراسکیں، بعض قبائل کا حال یہ تھا کہ بچی کی ولادت کو نحوست گردانتے تھے، لڑکی کی ولادت کے بعد چہرہ چھپا کر شرم اور عار کی وجہ سے محفلوں اور بازاروں سے دور بھاگتے اور کنارہ کشی اختیار کر لیتے تھے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰى ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ‌ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الۡقَوۡمِ مِنۡ سُوۡٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ‌ ؕ اَيُمۡسِكُهٗ عَلٰى هُوۡنٍ اَمۡ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ‌ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ۔ (سورہ نحل ۵۸۔۵۹)

ترجمہ۔ جب اُن میں سے کسی کو بیٹی (کی پیدائش) کی خبر دی جاتی ہے تو اُس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے، اور دی ہوئی خبر سے عار کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا اس لڑکی کو ذلت کے باوجود زندہ ہی رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے؟ دیکھو یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

نیز مکہ کے مشرکین اپنا خود ساختہ نظام کی پیروی کرتے تھے، جس کے مطابق میراث میں مردوں کا حصہ تو ہوتا تھا مگر عورتیں اور بچے اس سے کلی طور پر محروم رکھے جاتے، حد تو یہ ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد عورت خود میراث کا حصہ بن کر سوتیلے بیٹوں کے حصے میں آجاتی تھی، جہاں عورت کو سامان زندگی کی حیثیت دے دی گئی ہو وہاں اس کو وارث بنانے کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا تھا؟

دوسری انتہاء یہ ہے کہ دور جدید میں اہل مغرب نے مساوات کا نعرہ بلند کیا، مرد اور عورت کے لئے یکساں حقوق دینے کا پرزور مطالبہ کیا, اور اسلام کے نظام عدل کو ظلم سے تعبیر کیا، ہر میدان میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کر کے اسے کھلونا بنا دیا، عورت کو مردوں کے جذبات وخواہشات کی تسکین کا ذریعہ قرار دیا، خاندانی نظام کو پامال کیا, مقدس رشتوں کی دھجیاں اڑائیں, یہاں تک کہ ماں اور بیٹے کے مقدس رشتہ کو مجروح کیا، انہی نکاح کے بندھن میں دیکھ کر غیرت بھی نہ جاگی، بلکہ اسے ذاتی حق سمجھ کر تماشائیوں کی صف میں کھڑے رہنے کو تہذیب وثقافت کا نام دیا۔ ایسی تہذیب پر ہزار بار لعنت ہو۔

قبل از اسلام میراث کی تقسیم کی بنیاد نسب اور سبب پر منحصر تھی، نسب کا مطلب یہ تھا، جو لوگ میت کے قرابت داروں میں سے قریبی رشتہ دار جن میں دشمنوں اور حریفوں سے جنگ وجدال کی صلاحیت ہوتی وہی لوگ میراث یعنی میت کے متروکہ، منقولہ اور غیر منقولہ جائداد پر قبضہ کر لیتے، جیسے بیٹا وغیرہ، اگر بیٹا نہ ہوتا تو عصبات میں جو قریبی اولیاء ہوتے انہیں مال موروث مل جاتا جیسے بھائی اور چچا وغیرہ، عورتوں، یتیموں اور بوڑھوں، ضعیفوں کا وراثت میں کوئی حق نہ ہوتا، خصوصی طور پر یتیم لڑکیوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے سورہ نساء کی آیت نمبر دو (وَاٰتُوا الۡيَتٰمٰٓى اَمۡوَالَهُمۡ) ترجمہ۔ اور یتیموں کو ان کے مال دے دو۔ کی تفسیر میں مروی ہے کہ صاحب حیثیت اور صاحب جمال یتیم لڑکی کسی ولی کے زیر پرورش ہوتی تو وہ اس کے مال اور حسن وجمال کی وجہ سے اس سے شادی کر تو لیتا لیکن اس کو دوسری عورتوں کی طرح ان کا پورا حق مہر نہ دیتا۔ اللہ تعالی نے اس ظلم سے روکا کہ اگر تم گھر کی یتیم بچیوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے تو تم ان سے نکاح ہی مت کرو، تمہارے لئے دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا راستہ کھلا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، بحوالہ احسن البیان، ص ۲۲۲)

مذکورہ افراط وتفریط کے بعد اگر ہم انصاف کے ساتھ دین اسلام کے احکام و آداب کا مطالعہ کریں گے تو عزت وسکون اور راحت صرف اور صرف اسلام کے آغوش میں ہی پائیں گے، اسلام نے عورت کو گھر کا ملکہ بنایا، عورت کو ہر روپ کے ساتھ اس کا مخصوص حق دیا، اس کی عزت وناموس کی حفاظت کے تعلیمات سے نوازا، یہاں تک کہ ماں کے مقام کو اس قدر بلند کیا کہ دنیا اس کے مرتبہ کو دیکھتی ششدر رہ گئی، ارشاد نبوی ﷺ ہے: **الجنة تحت اقدام الامهات**، جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (مسند الشہاب للقضاعی ,119)

نیز مرد کو حاکم اور نگران بنایا، کمانے اور کھلانے پلانے کی کوئی ذمہ داری عورت کے نازک کندھوں پر نہیں رکھا، ہر لحاظ سے مرد کو عورت کا کفیل قرار دے کر عورتوں پر عظیم احسان کیا، ارشاد باری تعالی ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ وَّبِمَاۤ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ‌ؕ (النساء:۳۴)

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

آیت کریمہ میں مرد کی قوامیت وحاکیت کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ایک وہبی صلاحیت ہے جو مردانہ قوت وصلاحیت ہے جس میں مردعورت سے خلقی طور پر ممتاز ہے۔دوسری وجہ کسبی ہے، جس کا مکلّف شریعت نے مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اس کی فطری کمزوری اور مخصوص تعلیمات کی وجہ سے جنہیں اسلام نے عورت کی عفت وحیا اور اس کے تقدس کے تحفظ کے لئے ضروری قرار دیا ہے،عورت کو معاشی جھمیلوں سے دور رکھا ہے۔(احسن البیان،ص ۲۳۷)

علم میراث کی تعریف: فقہ وحساب کے وہ اصول جاننا جن کے ذریعہ ترکہ میں ہروارث کا حصہ معلوم کیا جائے۔

اہمیت:علم فرائض کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے واضح ہے کہ اصحاب فرائض کے حصوں کا معاملہ یا ترکہ کی تقسیم کو اللہ تعالی نے کسی نبی یا رسول یا فرشتہ کے حوالہ نہیں کیا، بلکہ وراثت اور وارثوں کی تفصیلات بذات خود قرآن کریم کی تین آیتوں میں بڑی تفصیل سے بیان فرمادیا، نیز اس کو فریضة من الله (یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں) وصية من الله (اللہ کی طرف سے تاکیدی حکم ہیں) اور تلک حدود الله (یہ اللہ کی حدیں ہیں) فرما کر اس علم میراث کو حقداروں کے لئے واضح فرمادیا۔

میراث ہی ایک ایسا معاملہ ہے جس کی تقسیم کو اللہ تعالی نے اپنے اختیار میں رکھا ہے، کسی انسان کے حوالہ نہیں فرمایا، شرعی طور پر وہ وارثین جن کے حصے پہلے سے تقسیم شدہ ہیں، جنہیں اصحاب الفرائض کہا جاتا ہے وہ بارہ ہیں، ان میں بھی آٹھ عورتیں ہیں جن کا مخصوص حصہ شریعت نے متعین کردیا۔

اصحاب فرائض : ۱۔شوہر ۲۔ باپ ۳۔دادا ۴۔ماں شریک بھائی (Maternal Brother) ۵۔بیوی ۶۔ماں ۷۔دادی/نانی ۸۔بیٹی ۹۔پوتی ۱۰۔سگی بہن ۱۱۔باپ شریک بہن (Paternal Sister) ۱۲۔ماں شریک بہن (Maternal Sister)

میراث کے احکام۔سورہ نساء کی تین آیتوں میں تفصیلات میراث وارد ہیں۔

پہلی آیت اصول میت (میت کے والدین ،دادا، پردادا، نانی ،دادی۔) اور فروع میت (میت کی اولاد یعنی بیٹے بیٹیاں ، پوتے ، پوتیاں وغیرہ) کے ترکہ سے متعلق ہے، ارشاد باری ہے۔يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ. (سورۃ النساء،۱۱)

ترجمہ۔اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں (تاکیدی) حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے برابر ہے۔

اس آیت میں اولاد کا تذکرہ ہے،اولاد میں تین طرح کی تفصیلات ہیں،کبھی صرف لڑکے،صرف لڑکیاں اور کبھی لڑکے اور لڑکیاں ملے جلے۔صرف لڑکے ہوں تو وہ عصبہ بن جاتے ہیں، بہنوں کے ساتھ ہوں تو بھی انہیں عصبہ بنا لیتے ہیں، یعنی لڑکوں کو دوگنا اور لڑکیوں کو ایک حصہ، اگر صرف لڑکیاں ہوں تو ایک ہونے کی صورت میں آدھا حصہ، دو اور دو سے زیادہ ہوں تو دوتہائی ترکہ کی وارث ہوں گی۔نیز اسی آیت میں والدین کی وراثت کی تفصیلات وارد ہے۔

دوسری آیت۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ‘ (النساء،۱۲) ترجمہ۔تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھوں آدھ تمہارا ہے

اس آیت میں میاں بیوی اور اخیافی بھائی بہنوں (ماں شریک بھائی اور بہنوں) کی وراثت سے متعلق احکامات ہیں۔

تیسری آیت۔ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (النساء،۱۷۶) ترجمہ۔وہ لوگ آپ سے فتوی پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالی خود تمہیں کلالہ (وہ میت جس کا باپ موجود ہو اور نہ ہی کوئی بیٹا) کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

اس آیت میں سگے بھائی ، بہنوں کی وراثت کی تفصیلات مذکور ہیں، یعنی صرف بھائی لوگ ہوں تو برابری کے ساتھ عصبہ ہوں گے، اگر صرف بہنیں ہوں تو ایک کے لئے نصف، دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دوتہائی حصے، اور اگر بھائی بہن مشترک ہوں تو بھائی کا حصہ بہن کے مقابلہ میں دوگنا ہوگا۔

دور جاہلیت نے حق وراثت کے لئے معیار کے طور پر قوت ،طاقت اور شہ سواری کو تسلیم کیا تو اسلام نے کم زوروں اور ضعیفوں کی مکمل رعایت کی ، مردوں ،عورتوں ،ضعیفوں ، بیواؤں اور یتیموں کے حق ملکیت اور حق وراثت کو تسلیم کیا، ارشاد فرمایا،وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (سورۃ النساء،۳۲،۳۳)

ترجمہ۔اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اُس کی ہوس مت کرو۔مردوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو اُنہوں نے کئے اور عورتوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو اُنہوں نے کئے اور اللہ سے اُس کا فضل (وکرم) مانگتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالی ہر چیز سے واقف ہے۔اور جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تو (حقداروں میں تقسیم کردو کہ) ہم نے ہر ایک کے حقدار مقرر کردیئے ہیں اور جن لوگوں سے تم عہد کر چکے ہو اُن کو بھی اُن کا حصہ دو بیشک اللہ تعالی ہر چیز کے سامنے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے علم میراث کی شرعی حیثیت معلوم ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فهو لاولى رجل ذكر (بخاری ، ۶۷۳۲، مسلم ۱۶۱۵) یعنی وراثت

کے مقررہ حصے ان کے حقداروں کو دے دو، پھر جو مال بچ جائے میت کے سب سے زیادہ قریبی مرد کے لئے ہے۔ ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ نے مورثین (وارث بنانے والوں) کو یہ ہدایت بھی دی کہ اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ جائیں یہ بہتر ہے کہ وہ تمہارے بعد لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (بخاری ومسلم)

میراث کے قانون پر عمل کرنے والوں کے لئے خوشخبری، اور عمل نہ کرنے والوں کے لئے دوزخ کی وعید۔

ارشاد ربانی ہے: تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ''

ترجمہ۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالی اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے، اللہ اسے دوزخ میں داخل کرے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اسے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔

احکام میراث کی تفصیلات کے بعد مذکورہ آیتوں میں وعدوں اور وعیدوں کا تذکرہ ہے، یعنی جو شخص اس قانون وراثت کو توڑے گا عورتوں کو وراثت سے محروم رکھے گا، یا صرف بڑے بیٹے کو مستحق وراثت قرار دے یا عورت مرد کو برابر کا حصہ دار قرار دے یا جائداد کو سرے سے تقسیم ہی نہ کرے، اور اسے مشترکہ خاندانی جائداد قرار دے دے تو ایسے سب لوگ حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے اور اسی عذاب الیم کے مستحق ہیں۔ (تفصیلات کے لئے: تیسیر القرآن: سورہ نساء: آیت نمبر ۱۳-۱۴)

مذکورہ نصوص شرعیہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ عربوں کا خود ساختہ نظام میراث باطل ہے، سراسر ظلم پر مبنی ہے، حقدار کو حق دینے کے بعد بچا ہوا مال عصبہ کو ملے گا، رسول اکرم ﷺ نے عملا نظام میراث کو جاری کیا جیسا کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ سعد بن ربیعؓ کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی۔ یہ سعدؓ کی بیٹیاں ہیں، ان کا باپ جنگ احد میں شہید ہو گیا ہے۔ بچیوں کے چچا نے سعد کے سارے مال پر قبضہ کرلیا ہے اور ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا۔ اور مال کے بغیر ان کا نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی خود اس معاملہ میں فیصلہ فرمائے گا۔ پھر آیت میراث نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے سعد کے بھائی کو بلایا اور فرمایا کہ ترکہ میں سے دو تہائی تو سعد کی بچیوں کو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو۔ باقی جو بچے (یعنی ۲۴ حصوں میں سے صرف ۵ حصے) وہ تمہارا ہے۔ (ترمذی، ابواب الفرائض)

۲۔ مال موروث خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ بہر حال وہ وارثوں میں تقسیم ہو کر رہے گا۔

۳۔ قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار محروم ہوں گے، جیسے بیٹا کی موجودگی میں بھائی یا پوتا وغیرہ محروم ہوں گے، یا بیٹا یا دو بیٹیوں کی موجودگی میں پوتی محروم ہوتی ہے۔

۴۔ نبی کریم ﷺ نے نزول قرآن کے وقت سماج کے دیگر مسائل کی طرح مسئلہ میراث کو بھی شاندار انداز میں سلیقے سے سلجھا دیا، عورتوں کے علاوہ چھوٹے بچوں، یتیموں، بیواؤں کو بھی وراثت میں حق دیا، ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مرنے والے کے رشتہ داروں میں سے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے۔ اس لئے کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداود: ۲۸۷)

۵۔ قبل از اسلام میراث کا یہ دستور نہ تھا، بلکہ عورت خود ورثہ شمار ہوتی تھی، اللہ نے اسے مقام ذلت سے نکال کر اصحاب فرائض میں شمار کیا۔

۶۔ اسلام نے حقوق کی پاس داری کی، ہر شخص کو اس کا صحیح حق دیا، ہر حقدار کو اس کے مناسب حق سے متعارف کرایا، دونوں کو ہی وارث بنایا، انتہائی انصاف کے ساتھ ماں باپ یا دیگر رشتے داروں کے متروکہ مال میں حصے مقرر فرمائے۔

۷۔ نظام میراث عدل وانصاف پر مبنی ہے اور عین فطرت کے مطابق ہے، بلکہ حقدار کو حق پہنچانا دین اسلام کا شعار خاص ہے، خواہ متروکہ جائداد کم ہو یا زیادہ۔

۸۔ بیوی خواہ ایک ہو یا چار ان کا حصہ (۱) ربع یعنی چوتھائی ہے، جب کہ میت (شوہر) کی کوئی فرع وارث نہ ہو۔ (۲) ثمن یعنی آٹھواں حصہ جب میت (شوہر) کی کوئی وارث موجود ہو۔

۹۔ خلع کی عدت یا طلاق رجعی کی عدت کے دوران اگر شوہر وفات پا جائے تو بھی مطلقہ بیوی کی حیثیت سے ضرور وارث ہوگی جیسے بیوی عدت خلع یا طلاق کی عدت کے دوران انتقال کر جائے تو شوہر وارث ہوگا، یعنی جب تک زوجیت باقی رہتی ہے میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔

۱۰۔ وراثت میں اگر مرد کو عورت کے حصہ سے دوگنا حصہ دیا گیا ہے تو اس کے ساتھ نان ونفقہ کی ذمہ داری بھی اس پر رکھی گئی ہے جب کہ کمانے یا نان ونفقہ کی کوئی ذمہ داری عورت پر نہیں ہے، ایک مرد کا حصہ اگر لڑکی کے بالمقابل دوگنا حصہ ہے تو کئی صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کے حصوں سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے مثال کے طور پر بیٹی کی تین حالتیں ہیں: ۱) آدھا حصہ: جب وہ اکیلی ہو بشرطیکہ میت کا کوئی بیٹا بھی نہ ہو،

۲) دو تہائی حصے: جب وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ کوئی بیٹا بھی نہ ہو،

۳) عصبہ بغیرہ: جب اس کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا موجود ہو۔

نیز میت کی پوتی بھی نصف مال کا وارث ہوتی ہے جب کہ وہ اکیلی ہو بشرطیکہ میت کا بیٹا، بیٹی یا پوتا (اس کا سگا بھائی یا چچا زاد بھائی) نہ ہو۔ نیز وہ دو تہائی مال کی وارث ہوتی ہے جب کہ وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ بیٹا، بیٹی یا پوتا نہ ہو۔ نیز

میت کی بہن، باپ شریک بہن بھی بعض خاص حالات میں آدھا اور بعض صورتوں میں دوتہائی حصوں کے وارث ہوتی ہیں، جب کہ شرعا مرد کا حصہ دوتہائی تک نہیں پہنچتا الا ماشاءاللہ۔

۱۱۔نصف حصہ پانے والے اصحاب الفرائض پانچ لوگ ہیں، مثلا شوہر، بیٹی، پوتی، سگی اور باپ شریک بہن۔یعنی پانچ وارثین میں سے چار خواتین ہیں جو اصول اور قوانین میراث کے تحت کل ترکہ کا آدھا حصہ پاتی ہیں، پھر بھی ان خواتین پر روٹی، کپڑا اور مکان کی ذمہ داری عورت پر واجب نہیں ہے، صرف مرد کا ذمہ ہے خواہ عورت اپنی جگہ صاحب حیثیت ہو، جاگیردار ہو، بینک بیلنس والی ہو۔

۱۲۔اسلامی قانون کے تحت مردوں کے حصوں کی بہ نسبت خواتین کو بعض خاص حالات میں زیادہ حصے دئے گئے ہیں، کل ترکہ کا دوتہائی حصہ پانے والی خواتین چار ہیں، جب کہ ان چار اصحاب الفرائض (بیٹیاں، پوتیاں، سگی بہنیں اور باپ شریک بہنیں) میں سے کوئی بھی مرد وارث نہیں ہے جس کا حصہ (دوتہائی) ثلثان متعین ہو، یعنی خواتین ورثاء کا حصہ شرعا زیادہ ہے خواہ وہ نصف حصہ پانے والیاں ہوں یا دوتہائی حصہ پانے والیاں، پھر بھی جب اس کا شوہر وفات پاجائے تو اس کی کفالت مرد پر ہی واجب ہے، مثلا باپ، بیٹا، بھائی، چچا وغیرہ عصبات پر کفالت کی ذمہ داری ہے۔

۱۳۔**عصبہ بالغیر** چار خواتین: یعنی ہر وہ عورت جو اصحاب فرائض میں سے ہو اور اپنے بھائی کی وجہ سے عصبہ بنے، **عصبہ** سے مراد میت کے وہ قریبی رشتہ دار جو وارث بنتے ہیں لیکن ان کا حصہ متعین نہیں ہے۔**للذکر مثل حظ الانثیین** کے مطابق مردوں کو دوگنا حصہ اور عورتوں کو اکہرا حصہ ملتا ہے، اور یہ بھی کل چار خواتین ہیں: مثلا ۱۔بیٹی ۲۔پوتی، پڑپوتی، ۳۔سگی بہن ۴۔باپ شریک بہن۔

۱۴۔**عصبہ مع الغیر** ۔ہر وہ عورت جو کسی دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بنے اور وہ دو ہیں:

۱) سگی بہن جب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہو۔۲) باپ شریک بہن جب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہو۔

۱۴۔میراث میں عورتوں کے حقوق بنتے ہیں، ان تک حق نہ پہنچانا اللہ کے حرام کردہ امور کا ارتکاب لازم آتا ہے، وعید کے مستحق بن جانے کا خوف ہمیشہ متحضر ہونا ضروری ہے۔

۱۵۔میراث میں حقوق خواتین کی تفصیلات۔

۱۔وراثت میں ماں کے حصے : ۱۔چھٹا حصہ میت کی اولاد یا ایک سے زائد بھائی بہن کی موجودگی میں کل جائداد کا چھٹا حصہ ملے گا۔

۲۔ایک تہائی حصہ میت کی اولاد یا ایک سے زائد بھائی بہن کی غیر موجودگی میں کل جائداد کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔

۳۔ثلث مابقی والدین کے ساتھ زوجین میں سے کوئی وارث بن رہا ہو تو ایسی صورت میں شوہر یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ مال کا تہائی حصہ ملے گا۔

۲۔بیوی کے حصے: چوتھائی حصہ جب میت کی اولاد نہ ہوں ۔ آٹھواں حصہ جب میت کی اولاد زندہ ہوں،

نوٹ: بیوی ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہوں تو بھی اسی آٹھویں یا چوتھائی حصے میں شریک ہوں گی۔

۳۔دادی یا نانی کا حصہ: جب میت کی ماں یا اس سے قریبی دادی/ نانی نہ ہو تو چھٹا حصہ ملے گا۔

جب میت کی ماں یا اس سے قریبی دادی/ نانی موجود ہو تو وہ محروم ہوں گی۔

نوٹ: دادی اور نانی اکٹھے ہونے کی صورت میں چھٹے حصے میں ہی شریک ہوں گی۔

۴۔بیٹی کے حصے : ۱۔نصف حصہ : میت کی نرینہ اولاد نہ ہو اور صرف ایک ہی بیٹی وارث ہو۔

۲۔دوتہائی حصے: جب میت کی دو یا دو سے زائد بیٹیاں ہوں۔

۳۔عصبہ بغیرہ: میت کا بیٹا موجود ہو تو میت کی بیٹی اپنے بھائی کے ساتھ مل کر باقی مال میں سے جتنا مال بھائی کو ملے گا اس کا آدھا حصہ لے گی۔

۵۔پوتی کے حصے: ۱۔آدھا حصہ یعنی جب وہ اکیلی ہو بشرطیکہ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا موجود نہ ہوں۔

۲۔دوتہائی حصے جب وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ بیٹا، بیٹی یا پوتا نہ ہوں۔

۳۔چھٹا حصہ جب پوتیوں کے ساتھ ایک بیٹی ہو بشرطیکہ بیٹا یا پوتا نہ ہو۔

۴۔عصبہ بغیرہ جب پوتیوں کے ساتھ پوتا ہو یا وقت ضرورت پڑپوتا وغیرہ موجود ہو۔

۵۔محروم جب میت کا بیٹا ہو یا اسی طرح میت کی دو یا دو سے زائد بیٹیاں ہوں، بشرطیکہ پوتا، یا پڑپوتا وغیرہ نہ ہو۔

۶۔سگی بہن کے حصے:

۱۔آدھا حصہ یعنی جب وہ اکیلی ہو بشرطیکہ میت کا باپ یا دادا یا میت کی اولاد (بیٹا، بیٹی) یا پوتا موجود نہ ہو تو متروکہ مال کا آدھا حصہ ملے گا۔

۲۔دوتہائی حصے جب وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ میت کا بھائی، بیٹا، بیٹی یا باپ، دادا نہ ہوں۔

۳۔عصبہ بغیرہ جب اس کے ساتھ سگا بھائی ہو تو جتنا ایک بھائی کو حصہ ملے گا اس کا آدھا حصہ بہن کو ملے گا بشرطیکہ میت کا بیٹا اور باپ موجود نہ ہوں۔

۴۔عصبہ مع غیرہ جب وہ میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہو بشرطیکہ میت کا بیٹا اور باپ نہ ہوں تو ایسی صورت میں بیٹی یا پوتی کے حصہ پانے کے بعد باقی مال کے وہ وارث ہوگی۔

۵۔محروم جب میت کا بیٹا یا پوتا یا باپ زندہ ہوں (**القربی تحجب البعدی**

یعنی میت کا قریبی رشتہ دور کے رشتہ دار کو محروم کر دے گا)۔

۷۔باپ شریک بہن کے حصے:

۱۔آدھا حصہ یعنی جب وہ اکیلی ہو بشرطیکہ میت کا باپ شریک بھائی، یا میت کی اولاد (بیٹا، بیٹی) یا سگے بھائی بہن موجود نہ ہوں۔

۲۔دو تہائی حصے جب وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ میت کا باپ شریک بھائی، بیٹا، بیٹی یا باپ، دادا یا سگے بھائی نہ ہوں۔

۳۔چھٹا حصہ جب اس کے ساتھ ایک سگی بہن ہو بشرطیہ میت کا باپ شریک بھائی، بیٹا، بیٹی یا باپ، دادا یا سگے بھائی نہ ہوں۔

۴۔عصبہ بغیرہ جب اس کے ساتھ باپ شریک بھائی ہو تو جتنا ایک بھائی کو حصہ ملے گا اس کا آدھا حصہ بہن کو ملے گا بشرطیکہ میت کا بیٹا اور باپ موجود نہ ہوں یا سگے بھائی/ بہن عصبہ بغیرہ نہ بنے ہوں اور نہ ہی سگی بہنیں عصبہ مع غیرہ بنی ہوں۔

۵۔عصبہ مع غیرہ جب وہ میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہو بشرطیکہ سگے بھائی / بہن عصبہ بغیرہ نہ بنے ہوں اور نہ ہی سگی بہن عصبہ مع غیرہ بنی ہوں۔

۶۔محروم جب میت کا بیٹا یا پوتا یا باپ زندہ ہو یا سگے بھائی/ بہن عصبہ بغیرہ بنے ہوں یا سگی بہن عصبہ مع غیرہ بنی ہوں۔

۸۔ماں شریک بھائی/ بہن کے حصے:

۱۔چھٹا حصہ جب وہ ایک ہو بشرطیکہ میت کی کوئی فرع وارث (اولاد) یا باپ دادا نہ ہوں۔

۲۔تہائی حصہ جب وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں خواہ صرف بھائی /صرف بہنیں ہوں یا ملے جلے ہوں بشرطیکہ میت کی کوئی فرع وارث (اولاد) یا باپ دادا نہ ہوں، سب تہائی حصہ میں شریک ہو جائیں گے۔

۳۔محروم جب میت کی کوئی فرع وارث یا باپ دادا زندہ ہوں۔

الغرض اسلام نے عورت پر احسان کا معاملہ کیا، ہر طرح کی ذلت سے بچایا، اصحاب الفرائض میں سے آٹھ عورتوں کو شامل فرما کر مختلف روپ سے عورت کے حقوق کی پاسداری کی، ایک ہی عورت ممکن ہے بار بار آٹھ حیثیتوں سے وارث بن سکتی ہے، کبھی بیٹی، کبھی بہن، کبھی ماں، کبھی باپ شریک یا ماں شریک بہن، کبھی دادی، نانی اور کبھی بیوی کی صورت میں تو کبھی عصبہ بالغیر تو کبھی عصبہ مع الغیر کی مذکورہ صورتوں میں وراثت میں حق پاتی ہے، بہت ساری عورتیں ایسی بھی ہیں جن پر کفالت وغیرہ کی ذمہ داری نہ ہونے کے سبب مال جمع کر کے کار خیر/ وقف/ وصیت وغیرہ کر کے خدمت خلق/ رفاہ عامہ کے کاموں میں اپنی پونجی لگاتی ہیں اور مستفید ہوتی ہیں جب کہ مرد کے مسائل اور حقوق کی کثرت کے سبب ایسا بہت کم کر پاتے ہیں۔

عورت کا حق وراثت اور موجودہ سماجی رویے : مسلم سماج کا بڑا المیہ یہ ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں جو علم ـعلم میراث ـ کے نام سے باقاعدہ ایک فن کے طور پر جانا جاتا ہے، اس فن کو اجتماعی طور پر نظر انداز کیا گیا، الا ماشاء اللہ۔ اکثر عوام الناس کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ انہیں وراثت سے متعلق اپنے مسائل کو اسلام کے مطابق حل کرنا ہے، اور اس سلسلے میں اسلام کی کچھ تعلیمات وارد ہیں، اس بے علمی کی وجہ سے میراث کی شرعی تقسیم نہیں ہو پاتی۔ عموما عورت کے حصہ میں محرومی ہی آتی ہے، پرائے گھر جانے کے بعد وہ کلی طور پر اپنے گھر والوں، خصوصا بھائیوں کے لئے پرائے بن جاتی ہے، شریعت کا یہ قانون پس پشت ڈالا جاتا ہے، حق ضائع ہوتا رہتا ہے، نسلیں وراثت سے محروم ہی رہتی ہیں، ظلم کا سلسلہ طویل ہو جاتا ہے، حق وانصاف کی صبح نمودار نہیں ہوتی، حالانکہ ناحق کسی کے مال پر قبضہ کرنے والوں کے لئے یہ وعید بھی آئی ہے۔ جس نے ظلم کرتے ہوئے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ہڑپ کر لی تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں سے اتنے حصے کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ (مسلم: ۱۶۱۰) کسی مسلمان کا مال ہڑپ کرنے والا شخص جب اللہ تعالی سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس سے ناراض ہوگا۔ (مسند احمد، ۳۹۴۶)

موجودہ معاشرہ میں ایسی مسلم خواتین بھی ہیں جو اپنے حقوق کے لئے قانونی جنگ لڑتی ہیں، سالوں سال سے عدالتوں کی چکر کاٹ رہی ہیں، مذہب نے تو ان کا حق دیا ہے مگر معاشرہ ان کا یہ حق چھینتا ہے، کہیں خواتین اپنوں کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بنی ہوئی ہیں، غیروں سے انصاف کی بھیک مانگ رہی ہیں،

۱۔موجودہ دور ہزار ترقی یافتہ ہونے کے باوجود سماج میں آج بھی مسلمان عورت مظلوم ومقہور ہے، اسے سماج میں شرعی حق نہیں ملا جو ملنا چاہئے تھا، تعلیم یافتہ خاندانوں میں بھی اسے حق وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے، اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اکثر وبیشتر مقامات میں مسلمانوں کی مخلوط آبادیاں (یعنی مسلم اور غیر مسلم افراد پر مشتمل ہے) زمانہ سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے رہتے آپس میں بہت ساری عادتوں اور رسم ورواج کو قبول کیا ہے، اس حقیقت سے فرار ناممکن ہے، مثلا ہندوانہ رسم ورواج میں عورت کے لئے حق وراثت کا تصور نہیں ہے، اس لئے اس سماج میں شادی بیاہ کے موقع پر دولہا جہیز اور جوڑے کی رقم کے طور پر جتنا لوٹنا ہے لوٹ لیتا ہے، اس لئے کہ شادی کے بعد یا باپ کی موت کے بعد حق وراثت نام کی کوئی چیز ملنے والی نہیں ہے، اس رسم کو مسلم سماج نے قبول کیا، شادی کے وقت ہی جوڑے کی یا جہیز کے نام پر وافر مقدار میں مال ودولت، سونا چاندی وغیرہ مانگ کر لیا جاتا ہے، جب باپ کی وفات ہوتی ہے تو مرحوم کی اولاد صاف کہہ دیتی ہے کہ والد صاحب نے شادی میں اسے بہت کچھ دیا ہے، اسے وراثت میں کچھ نہیں دیا جائے گا، حالانکہ جہیز کا رواج ہندوانہ رسم ورواج ہے، شرعی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، باپ مجبور ہو کر دیتا ہے، اس سبب سے عورت کو وراثت سے محروم کرنا شرعا جائز تو نہیں ہے۔

۲۔بعض خاندانوں کا ماحول ایسا ہے، مثلا باپ کی وفات کے بعد بھائی اپنی بہنوں کا حق میراث فورا دینے کی بجائے لاعلمی کی وجہ سے تاخیر کرتے ہیں، ٹال مٹول

کرتے ہیں، یہاں تک زمانہ کی رفتار تیز ہوجاتی ہے اور منقولہ یا غیر منقولہ جائداد کی قیمت دوگنی یا اس سے کہیں زیادہ ہوجاتی ہے، بھائیوں کی نیتوں میں فرق آجاتا ہے، پھر رشتوں میں فرق آنے کے ساتھ قطع رحمی کی شکلیں پیدا ہوجاتی ہیں، یعنی شروع میں نیت کچھ اور تھی، بعد میں کچھ اور ہی ہوجاتا ہے، اس دوران عورت سماج میں مظلوم بن کر رہ جاتی ہے، حق تلفی کی وجہ سے رشتوں میں ایسی دراڑیں پڑ جاتی ہیں کہ اس شگاف کو بند کرنا مشکل ہوجاتا ہے، حقدار کو حق نہ دینے سے بکھرے موتیوں کی طرح رشتوں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کی دین سے دوری اور لاعلمی کی حد یہ ہے کہ جب بیٹی کی وفات ہوتی ہے تو سسر یہ سمجھتا ہے کہ بیٹی کی وفات کے ساتھ داماد کا رشتہ اور حق وراثت بھی ختم ہے، اس لئے بیٹی کے ترکہ کے وارثین میں اپنے داماد کا تذکرہ بھی نہیں کرتا، حالانکہ شوہر کا حق وراثت (چوتھائی/آدھا حصہ) مسلم ہے۔

۴۔ عام طور پر چھ وارثین ایسے ہیں جن کا حق کبھی بالکلیہ ختم نہیں ہوتا، بلکہ حصوں میں کمی بیشی ممکن ہے۔ جیسے ماں، باپ، شوہر، بیوی، بیٹا اور بیٹی۔ ان کا خصوصی طور پر استفتاء میں ذکر ہونا چاہیے، نیز مفتی حضرات کو بھی ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی فتوی جاری کرنا چاہئے، استفسار نہ کرنے کی صورت میں حقدار محروم ہوجاتے ہیں۔

۵۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ کی وفات کے بعد مرحوم کے بیٹے ترکہ پر قابض ہوجاتے ہیں اور بہنوں کو حق نہیں دیتے، دیتے بھی ہیں تو کچھ حصے برائے نام، جائداد سے پوری طرح مستفید ہوتے رہتے ہیں، خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ جائداد، یہاں تک کہ تاخیر کی صورت میں مناسخہ کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے، یعنی وارثین میں سے کئی وارثین وفات پاجاتے ہیں، جب کہ مورث اول کا ترکہ تقسیم نہیں ہو پاتا، تاخیر کی وجہ سے رنجشیں اور کدورتیں جنم لیتی ہیں، بسا اوقات سگے بھائیوں میں خون ریزی کی نوبت آجاتی ہے، اور خاندان تباہ ہوجاتا ہے۔

۶۔ ملک کے طول وعرض میں سال بھر مختلف موضوعات پر سمینار اور کانفرنس منعقد ہوتے رہتے ہیں، خطبات جمعہ کے سلسلے بھی جاری ہیں مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس موضوع پر مسلم سماج میں بیداری مہم چلانے، مظلوم وارثین (مرد اور عورتوں) کا حق وراثت دلانے کی کوشش کی جاتی ہو، جب کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علم میراث سیکھ لو، اور لوگوں کو بھی سکھاؤ، اس لئے کہ یہ آدھا علم ہے، اور یہ علم سب سے پہلے بھلایا جائے گا، اور میری امت سے اٹھالیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۸۱۹)

متفق علیہ تجاویز

اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا کے تئیسویں فقہی سمینار (جمبوسر، گجرات) بتاریخ: ۲۸، ۲۹، ربیع الثانی وکیم جمادی الالی ۱۴۳۵ھ مطابق ۱-۳/ مارچ ۲۰۱۴ء میں میراث ووصیت سے متعلق چند تجاویز منظور ہوئے، افادہ عام کی غرض سے موضوع سے متعلق چند تجاویز قارئین کے لئے پیش خدمت ہیں۔

۱- قانون میراث شریعت کا ایک اہم ترین حصہ ہے اور مسلمانوں کے لئے اسی کے مطابق ترکہ کی تقسیم شرعی فریضہ ہے، لہٰذا اگر کسی ملک میں مسلمانوں کے لئے احکام شریعت کے مطابق نظام میراث نافذ نہ ہو تو وہاں مسلمانوں کو چاہئے کہ حکومت سے نظام میراث کے نفاذ کا مطالبہ کیا جائے، اس کے لئے پُرامن جدوجہد کی جائے اور جب تک ایسا نظام قانونی طور پر نافذ نہ ہو، رضا کارانہ طور پر اسے نافذ کرنے کی سعی کی جائے۔

۲- جن ممالک میں اسلام کا قانون میراث جاری نہیں ہے، اور وصیت کے بغیر ورثہ کو ان کا شرعی حق نہ مل سکے، وہاں اس طرح کا وصیت نامہ لکھنا واجب ہوگا، جو مورث کی موت کے بعد قانون شریعت کے مطابق ترکہ کی تقسیم کا ذریعہ بن سکے، البتہ مورث وصیت نامہ کو نافذ کرانے کے لئے اپنی زندگی میں کسی کو وکیل (وصی) بنادے تاکہ مورث کی وصیت کے بعد اگر ورثہ میں اضافہ یا کمی ہوجائے تو حکم شریعت کے مطابق حذف واضافہ کا حق اسے حاصل رہے۔

۳- ورثہ کے حصص شرعیہ کا وصیت نامہ لکھنا حدیث: "لا وصیة لوارث" (وارث کے لئے وصیت کا اعتبار نہیں) کے خلاف نہ ہوگا، کیونکہ اس حدیث کا مصداق وہ وصیت ہے جس میں کسی وارث کو ضرر پہنچانا مقصود ہو۔

۴- وارث کے حق میں حق شرعی سے زائد کی وصیت کرنا معتبر نہیں، البتہ اگر دوسرے ورثہ راضی ہوں تو اس کا اعتبار ہوگا اور ورثہ کی یہ رضامندی مورث کی موت کے بعد ہی معتبر مانی جائے گی۔

۵- کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا شرعاً وارث نہیں ہوسکتا۔

۶- ایسے غیر مسلم ممالک جہاں مسلمان سے غیر مسلم قرابت دار کو اور غیر مسلم سے مسلمان قرابت دار کو ملکی قانون کے مطابق موت کے بعد چھوڑے ہوئے مال میں حصہ دلایا جاتا ہو، وہاں مسلمان کے لئے اس حیثیت سے اس کا لینا جائز ہوگا کہ اسے حکومت کی طرف سے یہ مال حاصل ہو رہا ہے۔

۷- ترکہ کی تقسیم میں اختلاف سے بچنے کے لئے اگر مورث اپنی زندگی میں ہی اپنے ترکہ کی حصۂ شرعی کے مطابق تقسیم کے لئے تحریر لکھ دے تو جائز ہے، البتہ اگر وارث کی موت سے پہلے ورثہ کی تعداد میں اضافہ یا کمی ہوجائے تو اس نئی صورت حال کے مطابق ہی ترکہ کی تقسیم ہوگی۔

۸- شوہر کے لاولد ہونے کی صورت میں اگر بیوی کے علاوہ کوئی شرعی وارث نہ ہو تو بیوی دو طرح سے ترکہ کی حقدار ہوگی۔ ایک اپنے حصۂ شرعی کے اعتبار سے، دوسرے علم میراث کی اصطلاح کے مطابق "من یردّ علیھم" میں داخل ہونے کی وجہ سے۔ لیکن اگر شوہر اپنی بیوہ کا حق محفوظ رکھنے کے لئے کوئی تحریر بھی لکھ دے تو کوئی

حرج نہیں۔(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:ص۱۹۰-۱۹۱)

نیز اسلامک فقہ اکیڈمی،انڈیا کے تیرہواں فقہی سمینار (کٹولی ،لکھنؤ) بتاریخ: ۱۸-۲۱،محرم ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۳-۱۶/اپریل ۲۰۰۱ء میں خواتین کی میراث سے متعلق چند تجاویز/قرارداد منظور ہوئے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ملک بھر سے آئے ہوئے علماء اور فقہاء اور اصحاب افتاء کا یہ اجتماع اس بات پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ صوبہ اتر پردیش میں ابھی تک خواتین کے ساتھ وراثت کے معاملہ میں بے انصافی اور ظلم جاری ہے۔ یوپی کے موجودہ قانون کے مطابق خواتین کو زراعتی اراضی میں مردوارثان کی موجودگی میں وراثت کے حق سے محروم رکھا گیا ہے۔یہ قانون ہندوستان کے آئین اور شریعت اسلامیہ سے متصادم ہے۔

۲۔اس سمینار کے شرکاء اس بات پر بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں کہ مسلم پرسنل لا (شریعت) اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء کی دفعہ۲ سے زراعتی اراضی کو نکال دیا گیا ہے جس کی بنیاد پر مسلمان خواتین اپنے شرعی حق وراثت سے قانونی طور پر محروم ہوگئی ہیں۔

۳۔یہ بات درست ہے کہ علماء کرام نے اس سلسلہ میں کئی فتاوی جاری کئے ہیں جن کی وجہ سے زیادہ تر مسلم خاندانوں میں وراثت کی تقسیم قرآن وسنت کی روشنی میں کی جاتی رہی ہے،اس سب کے باوجود بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یوپی زمینداری ایکٹ اور شریعت ایکٹ میں فوراترمیم کی ضرورت ہے تاکہ خواتین کو عام طور سے اور مسلم خواتین کو خاص طور سے ان کے حق وراثت سے محروم نہ کیا جاسکے۔ (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:ص۱۱۱)

خلاصہ ء موضوع :

الغرض ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم خواتین کے ساتھ انصاف کیا جائے اور انہیں حق وراثت سے محروم نہ رکھا جائے،خواہ ترکہ کی مقدار کم ہو یا زیادہ،ہر حال میں وراثت کی تقسیم میں تاخیر نہ ہو،کسی کا حق وراثت نہ دینا یا ٹال مٹول کرنا،کچھ حصہ دینا اور کچھ نہ دینا،بھی بہت بڑا ظلم ہے،وراثت کی شرعی تقسیم سے مسلم معاشرہ میں امن وسکون اور رشتوں کا تقدس اور ان کے مابین محبت قائم رہے گی،بلکہ آیات مواریث کے آخر میں حقوق کی ادائیگی پر ہمیشگی کی جنتوں کا وعدہ ہے،ورنہ سماج میں فساد برپا ہوگا ،اس سے بڑھ کر احکام میراث پر عمل نہ کرنے کی صورت میں دوزخ کی وعیدیں وارد ہیں،معاذ اللہ۔ اللہ تعالی مسلم معاشرہ کو احکام شریعت پر عمل کرنے اور خصوصا خواتین کو حق وراثت دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین۔۔وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارک وسلم،والحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

اہل حدیث ریلیف فنڈ

سیلاب زدگان کے لیے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی

ہمدردانہ اپیل

بہار،بنگال،آسام اور ملک کے مختلف حصوں میں سیلاب کی وجہ سے لاکھوں افراد اپنا گھر بار چھوڑ کر عارضی کیمپوں میں پناہ گزیں ہیں جن کی مدد کرنا ہمارا دینی،ملی،وانسانی فریضہ ہے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اپنی قدیم تاریخی روایت کے مطابق بے گھر اور اجڑے ہوئے افراد کے لیے ریلیف وراحت کا کام کررہی ہے۔

تمام اصحاب خیر اور صاحب ثروت حضرات سے اپیل ہے کہ حسب استطاعت سیلاب زدگان اور انتہائی مصیبت میں پھنسے لوگوں کی اعانت میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اپنی تمام ذیلی شاخوں سے بھی اپیل کرتی ہے کہ خصوصی توجہ فرمائیں۔

نوٹ:چیک اور ڈرافٹ مندرجہ ذیل کے نام ہی بنوائیں۔اور بھیجی ہوئی رقم کی مدات کی وضاحت فرمائیں۔جزاکم اللہ خیرا

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind,

A/c 629201058685, ICICI Bank (Chandni Chowk Branch.RTGS/NEFT IFSC Code-ICICI0006292

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند 4116،اردو بازار،جامع مسجد،دہلی۔۶

Ph. 23273407, Fax No. 23246613

اپیل کنندگان

اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

عصر حاضر میں عورت کا مقام

شفیع احمد ایڈوکیٹ، سہسوان، بدایوں

آج ساری دنیا میں عورت کی جو ذلت ہو رہی ہے اس میں بھارت بھی پیچھے نہیں ہے، وہ عورت جو غیرت، حیا وشرم کی علامت سمجھی جاتی ہے، جس کو بھارت میں دیوی جیسے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ جو ہمارے روبرو مختلف شکلوں میں موجود ہے۔ ماں، بہن، بیٹی جس کے عظیم روپ ہیں اس کے علاوہ بھی عورت کے کئی روپ ہیں جیسے خالہ، تائی، چچی، پھوپھی، ممانی، نانی، دادی، پوتی، نواسی وغیرہ اور یہ تمام ہی روپ ورشتے ہمارے لیے قابل احترام ہیں اور عزت کی علامت بھی! اس کے علاوہ عورت ہمارے سماج میں بیوی کے پاکیزہ روپ بھی موجود ہے۔ لیکن بڑے غم اور افسوس کی بات ہے کہ بیوی کے اس پاکیزہ اور مقدس رشتہ کو ہندوستانی سماج نے تارتار کردیا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی عار نہیں ہے کہ عورت بیوی کے روپ میں ہمارے ملک کے تقریباً ہر گھر میں ستائی جاتی ہے۔ کسی گھر میں اس کو لات گھونسوں اور ڈنڈوں سے مارا جاتا ہے تو کہیں اس کو زبان کی مار دی جاتی ہے۔ اس کے مائیکے والوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے جہیز کم دینے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور کہیں اس کو فحش گالیوں سے نوازا جاتا ہے۔ کہیں شوہر اور اس کے گھر والوں کے ذریعے جہیز کم لانے پر یا جہیز کی ناجائز مانگ پوری نہ ہونے پر اس کو نذر آتش کردیا جاتا ہے۔ اور اس قتل کو خودکشی کی شکل دینے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے اور ایسا کرتے وقت یہ سفاک وظالم یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر ان کی بیٹی یا بہن کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا تو ان کے غم واندوہ کی کیا صورت حال ہوتی؟

کبھی کبھی عورت کو اسکے شوہر کے مرنے پر دھرم کے نام پر مردہ شوہر کی چتا پر رکھ کر بڑی بے رحمی کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا ہے اس سلسلے میں روپ کنور کا واقعہ ہمیں یاد آتا ہے جس کے شوہر کے مرنے پر اس کو زبردستی ستی رسم کے تحت صوبہ راجستھان میں زندہ جلا دیا گیا تھا۔ کبھی اس کو سسرال سے شوہر اور اس کے گھر والوں کے ذریعے محض تن پر پہنے کپڑوں کے ساتھ نکال دیا جاتا ہے اور پھر مائیکے میں بھائی اور بھاوجوں کا اہانت آمیز رویہ اس کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اور آخرکار وہ خودکشی کے لیے مجبور ہو جاتی ہے۔ کہیں اس کو دیوداسی بننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ بھارت کے کئی مقامات پر آج بھی زناکاری کی یہ حیاسوز رسم جاری ہے۔

یہ تو میں نے عورت پر ظلم وستم کا مختصر تذکرہ آپ کے سامنے رکھا ہے لیکن اس کی اہانت وتذلیل کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں جن کا چلن ہر طرف عام ہے۔ وہ ہے عورت کو برانگیختہ حالت میں برہنہ یا نیم برہنہ پیش کرنا۔ ہمارا بازار عورت کی فحش تصاویر سے پٹا پڑا ہے۔ آرائشی اشیاء سے لے کر خوردونوش تک، سبھی مصنوعات (Product) پر عورت کی برہنہ یا نیم برہنہ تصویر نظر آتی ہے۔ اور ایسی اشیاء جن کا تعلق محض مردوں سے ہے ان پر بھی عورت کی تصویر نظر آتی ہے جیسے بلیڈ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ۔

عورت جو ہندوستانی معاشرے میں عزت وعظمت کی علامت ہے ان کی اتنی قابل رحم حالت، اتنی بے حرمتی اور اتنی بے عزتی۔ یہ ہمارے لیے بہت شرم کی بات ہے۔ آج ہم نے عورت کو شوپیس بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس کے علاوہ فحش فلمیں اور ان فلموں کے فحش پوسٹر جو دیواروں پر چپکائے جاتے ہیں جن میں عورت کی برہنہ تصویر ہوتی ہے غور کیجئے عورت کی اس سے بڑھ کر بے عزتی اور کیا ہو سکتی ہے؟

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ہمارے ٹی وی چینل بھی عورت کو جس روپ میں پیش کر رہے ہیں یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے۔ عورت اور مرد کا لمس، بوسہ وغیرہ یہ سب ایسے حیاسوز افعال ہیں جن کا نئی نسل پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔ اور مغربی تہذیب (جو میری نظر میں بدتہذیب ہیں) کی دیکھا دیکھی ہمارے یہ ٹی وی چینل اس کی تقلید کرنے لگے ہیں۔

مغربی تہذیب کے بارے میں یہ امر غور طلب ہے کہ وہاں عورت شادی سے پہلے ہی ماں بن جاتی ہے۔ وہاں سیکس پر کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تہذیب میں عورت ازدواجی زندگی کے بغیر بھی بچوں کو جنم دے سکتی ہے۔ اس طرح مغربی معاشرے میں عورت اپنی پہچان کھوتی جارہی ہے۔ اس کا کوئی منظم خاندان نہیں ہوتا، اس لیے وہ ماں، بہن، بھائی اور باپ جیسے عظیم رشتوں سے محروم رہتی ہے اس کو مذکورہ رشتوں کا پیار نہیں مل پاتا۔ وہ ان رشتوں کی شفقت ومحبت سے یکسر محروم رہتی ہے وہاں رشتوں کا پاس ولحاظ اور اہمیت ختم ہوتی جارہی ہے۔ مغربی معاشرے میں عمر ڈھلنے کے بعد عورت کو کوئی نہیں پوچھتا اور آخرکار قابل رحم زندگی گزارتے ہوئے وہ موت کے منہ میں چلی جاتی ہے۔

اس طرح یوروپین تہذیب کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہمیں پورے طور سے فحش

فلموں اورچینلوں کا بائیکاٹ کرنا ہوگا، کہیں ایسا نہ ہوکہ یہ بادسموم ہماری تہذیب کو ہمارے کلچر کو برباد کردے۔ ہماری حکومت کو بھی سخت قانون بنا کر فحش فلموں، ٹی وی چینلوں اور برہنہ ونیم برہنہ عورت کی تصویروں پر پابندی لگانا چاہیے لیکن ہندوستانی حکومت کے تحت تشکیل شدہ سینسر ورڈ A سرٹیفکیٹ دے کرفلمیں پاس کردیتا ہے ایسی صورت میں حکومت کے ذریعے پابندی لگانا بعیدازامکان معلوم ہوتا ہے۔

عورت کی ہرسمت جو بے عزتی ہورہی ہے اس کی ذمہ دار حکومت ومعاشرے کے ساتھ خودعورت بھی ہے۔عورت جب گھر سے باہرنکلتی ہے تو وہ بے پردہ ہونے کے ساتھ ساتھ،اورمیک اپ(Over Makeup) بھی کئے ہوئے ہوتی ہے اس کا لباس اوراس کی کاٹ چھانٹ ایسی ہوتی ہے کہ اس کے جسم کا ایک ایک حصہ نظر آتا ہے۔ایسی عورتیں یالڑکیاں کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوتی ہیں۔کیوں کہ کپڑوں کے اندر سے ان کا جسم جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔اس طرح وہ منچلے مرد اورنوجوانوں کو اپنی جانب مائل کرتی ہیں اوراپنی اداؤں اورنازنخروں سے فتنوں کو جنم دیتی ہیں اورمرد کی ہوس کا شکار بنتی ہیں اسی لیے اغوا اورزنا بالجبر جیسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں اسلام کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ مسلمان عورت ایسا ڈھیلا لباس پہنے جو اس کے جسم کو پورے طور سے ڈھک لے اس کے علاوہ جب وہ گھر سے باہر نکلے تو پردے کے ساتھ نکلے قرآن مجید کی سورہ نور کی آیت نمبر 31 کے مطابق مسلمان عورت پرواجب ہے کہ وہ اپنا سراوڑھنی سے ڈھک لے اوراس سے اپنے سینے اورگردن کو چھپائے تاکہ آنے جانے والوں کی نظریں اس پرنہ پڑیں۔

اسلام عورت کو تنہا سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔مسلمان عورت اپنے شوہر یامحرم کے ہمراہ ہی سفر کرسکتی ہے۔محرم سے مراد ایسے اشخاص ہیں جن سے ہرحالت میں نکاح حرام ہے جیسے بھائی، باپ، بیٹا، بھتیجا اور بھانجہ وغیرہ۔

جاہلیت کے دور میں کچھ عورتیں جب گھروں سے باہر نکلتیں تو اپنے جسم کے کچھ حصے جیسے سینہ، گردن، بال وغیرہ کو کھلا رکھتیں اورگنہ گار وبے کار لوگ ان کے پیچھے پڑجاتے ایسی حالت میں یہ آیت نازل ہوئی۔

''اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں اورمومنوں کی عورتوں سے کہہ دوکہ وہ اپنے اوپر کپڑا ڈال لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں (کہ وہ شریف عورتیں ہیں) اورانہیں پریشان نہ کیا جاسکے۔''(الاحزاب:۵۹)

اس کے علاوہ قرآن نے عورتوں کو یہ بھی حکم دیا''دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ بری خواہش کرنے لگے۔''(الاحزاب:۳۲)

مومن عورتوں سے کہوکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔(نور:۳۱)

اپنے پیرزمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جوزینت انہوں نے چھپارکھی ہے وہ ظاہر ہوجائے۔''(سورہ نور:۳۱)

''اپنے گھروں میں سنجیدہ بن کررہو اور پہلے کے جاہلیت کے دور کا سادکھاوا نہ کرتی پھرو''(احزاب:۳۳)

مسلمان عورتیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان پر بھی غور کریں''وہ عورتیں دوزخی ہیں جو کپڑے پہن کرننگی رہتی ہیں۔مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اورخود بھی ان کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ایسی عورتیں نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔(طبرانی)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

''عورت جب خوشبو لگا کر نکلتی ہے اور کسی مجلس کے پاس سے گزرتی ہے تو وہ زانیہ ہے۔''(ابوداؤد، ترمذی)

عورت کے بارے میں مذکورہ بالا اسلامی اصولوں کا مختصر بیان کیا گیا ہے جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ عورت کی پاس داری، پاکیزگی، پاک دامنی اس کی عزت وعصمت اورعفت کی حفاظت کا کتنا خیال اسلام کے اندر رکھا گیا ہے۔

ہمارے ہندوستانی معاشرے میں کچھ ایسے بے شرم لوگ بھی ہیں جو اپنی بیٹیوں کو حسن کے مقابلے میں شامل کراتے ہیں مس انڈیا اورمس یونیورس منتخب ہونے پر ایسی عورتیں اوران کے والدین یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے لیکن یہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اپنے جسم کی نمائش کرنا حیاسوز حرکت نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک عورت کی اس سے بڑھ کر بے عزتی اورکیا ہوسکتی ہے۔

بے حجابی عام ہے اب اے صفی ہرسمت ہی
کون سی تہذیب ہے یہ کیا شرافت ہوگئی

میری غیرت مند خواتین سے گزارش ہے کہ وہ ہراس فعل کی مخالفت کریں جس سے ان کی عزت، عفت، شرافت اورغیرت کو ٹھیس پہنچتی ہو۔اس کے لیے خواتین کی تنظیموں کو پیش قدمی کرنا چاہیے اورمظاہروں کے ذریعے انہیں فحش لٹریچر، گندی فلموں پر، بیہودہ سیکسی چینلوں پر اورمختلف کمپنیوں کی مصنوعات پر اورآرائشی اشیاء جن پر عورت کو کھلونہ سمجھتے ہوئے اس کی برہنہ اورنیم برہنہ تصویر پیش کی جاتی ہے حکومت سے پابندی کی مانگ کرنا چاہیے۔اس کے علاوہ عورتوں کو خود بھی اپنی حفاظت کا خیال رکھنا چاہیے اوراس کے سرپرستوں کو بھی اس جانب متوجہ ہونا چاہیے اس سلسلے میں مذکورہ بالا اسلامی اصول ہماری رہنمائی کرسکتے ہیں۔

☆☆☆

طب و صحت

ڈاکٹر ایم، این، بیگ
پوسٹ بکس 18، ٹونک Tonk-304001
موبائل۔09460805389
فون۔01432-244018

جسمانی بنیاد

یہ یادرکھنا ضروری ہے کہ دنیا کی تمام کوششیں اور تربیت اچھی دماغ نہیں بنا سکتیں جب تک کہ جسم کی طرف پوری توجہ نہیں دی جائے۔

دماغ کو اپنا کام کرنے کے لیے بدن کی رگوں، پٹھوں اور دیگر اعضاء کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے، یہ تمام اعضاء، دماغ کے اوزار ہیں، اگر اوزار ہی خراب ہوں تو لازمی طور پر نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔

قوت ارادی، بسا اوقات صرف جسمانی کمزوری کی وجہ سے کمزور ہوجاتی ہے، کئی بار صفت بصارت توجہ کو مرکوز نہ کرسکنے کا باعث ہوتا ہے، اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم جسم کی بھی اسی طرح پرورش کریں جیسے کہ دماغ کی تربیت کرتے ہیں۔

مناسب خوراک، کافی اور گہری نیند، اور کافی توانا بدن میں عموماً توانا دماغ رکھنے کے لوازمات میں سے ہیں۔

اگر باقاعدگی سے، صبح بیدار ہوکر، چند منٹوں کے لیے ورزش کی جائے تو اس سے جسم اور دماغ پر بہت اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔

صبح کی ورزش اگر باقاعدگی سے کی جائے تو اس سے دماغ کی بھی تربیت ہوتی ہے، مثلاً۔

قوت ارادی مضبوط ہوجائے گی۔

کئی دفعہ صبح کے وقت بستر میں رہنے کو جی چاہتا ہے۔لیکن ہر بار جب آپ اپنی اس خواہش پر غلبہ پالیں گے تو آپ کی قوت ارادی مضبوط ہوجائے گی اور سب سے زیادہ اہم بات تو یہ ہے کہ آپ اپنی دماغی تربیت کے لیے ضروری جسمانی بنیاد، تیار کر رہے ہونگے۔

غرور

اگر کوئی مشین خراب ہوجائے تو عقل سلیم کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ معائنہ کرکے اس جگہ کی شناخت کی جائے جہاں نقص واقع ہوا ہے۔

عقل سلیم کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ مشین کا معائنہ کسی ماہر شخص سے کرایا جائے۔

لیکن کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ بہت کم لوگ، اپنے دماغ کی نازک مشین کے متعلق عقل سلیم کا یہ مشورہ قبول کرتے ہیں۔

▣ چڑچڑاپن ▣ ضد ▣ تذبذب

اور اسی طرح کی دیگر علامات، دماغی مشین کے عارضی نقص کو ظاہر کرتی ہیں۔

دس میں سے نو واقعات میں یہ تکلیف کسی خیال یا بہت سے خیالات سے پیدا ہوتی ہے جو زنگ کی طرح دماغ کے پہیوں کے چلنے سے روکتی ہے۔

ایسے مواقع پر دماغ کی اندرونی حالات پر غور کرنا چاہئے، اس سے غم اور مسرت کا فرق معلوم ہوجاتا ہے۔

کبھی کبھی لیکن زیادہ دیر تک نہیں، اپنے آپ کی تحلیل کی جائے تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

غرور: اس زنگ کی طرح ہے جو مشین میں جم جاتا ہے۔غرور کی وجہ سے، اپنی کمزوریوں کا اعتراف نہیں کیا جاسکتا۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپ سوچتے رہتے ہیں اور مفروضہ غلطیاں، صحیح وجود اختیار کرلیتی ہیں، اور دنیا کو مخصوص رنگ کے شیشوں والی عینک سے دیکھنے لگتے ہیں۔

اس طرح آپ خود کو اور دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کردیتے ہیں۔

مضبوط اعصاب والے شخص کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف بےباکی سے کرلیتا ہے، اس کے دل میں سب کے لیے عزت ہوتی ہے وہ صرف ایک لفظ سے غلط فہمی دور کردیتا ہے۔

اگر آپ کسی تکلیف میں مبتلا ہوں اور دنیا آپ کو تاریک نظر آنے لگے تو سوچئے کہ یہ قصور تمہارا ہی تو نہیں، اس لیے جرأت سے کام لے کر اعتراف کر لینا چاہیے۔

ذہانت: بعض افراد یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ذہانت سے کیا مراد ہے؟ اور ذہین آدمی کی کونسی خصوصیت ایسے دوسرے آدمی سے ممتاز کرتی ہے؟

جواب دینا آسان نہیں، کیونکہ ذہانت کی ہیئت ترکیبی سے متعلق آراء کا اختلاف ہے، میرے خیال میں تو ذہانت، کسی خاص کام میں قابلیت سے علیحدہ ہے۔

میرے خیال میں۔ذہانت اس قوت کا نام ہے، جس سے آدمی اپنے آپ کو اپنی فضا کے عین مطابق بنالیتا ہے، ذہین آدمی کی اور بھی خصوصیات ہیں وہ نہ تو جلد باز ہوتا ہے اور نہ غیر مستقل مزاج، وہ کام کرنے سے پہلے سوچتا ہے، اور فیصلہ کرنے کے بعد ارادہ کرلیتا ہے اور پھر اس ارادے کو عزم واستقلال سے پورا کرتا ہے۔

ذہانت مشق سے پیدا کی جاسکتی ہے۔

میرا آخری مشورہ یہی ہے کہ ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچئے، خوب سوچئے اور سوچ سمجھ کر حتی الامکان صحیح فیصلہ کیجئے، یہی ذہانت کا تقاضہ بھی ہے۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

نئی نسل کی تعلیم وتربیت، قومی یکجہتی کے قیام، امن وانسانیت کے فروغ اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام بارہواں آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ ومعلّمین کا آغاز ۵/اکتوبر سے دہلی میں

دہلی: ۱۸/ستمبر ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے زیر اہتمام گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ملکی سطح پر ائمہ، دعاۃ اور معلمین کی تدریب وٹریننگ کے لیے مورخہ ۵/تا ۱۳/اکتوبر ۲۰۱۹ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں ''بارہواں آل انڈیا دورہ تدریبیہ (ریفریشر کورس) برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین'' کا انعقاد عمل میں آرہا ہے۔ جس میں پورے ملک سے صوبائی جمعیات اہل حدیث کے نامزد کردہ ائمہ دعاۃ ومعلمین شریک ہورہے ہیں۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے ذرائع ابلاغ کے نام جاری ایک بیان میں دی۔

امیر محترم نے دورہ تدریبیہ کی اہمیت وضرورت اور معنویت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ انسانی زندگی میں تعلیم وتربیت اور تدریب وٹریننگ کی بڑی اہمیت ہے۔ اس سے صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے۔ فعالیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ منظّم طریقے سے زندگی گزارنے، وسائل کو بہتر طور پر استعمال کرنے اور احساس ذمہ داری کے ساتھ قوم وملت اور انسانیت کی خدمت کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ روحانی بالیدگی کے ساتھ ساتھ علوم ومعارف کی نئی نئی راہیں کھلتی ہیں اور ماہرین کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا سنہری موقع ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر متمدن وترقی یافتہ قوموں میں تدریب وٹریننگ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے دینی حلقوں میں اس کی ضرورت زیادہ ہونے کے باوجود اس کی طرف توجہ کم دی جارہی ہے۔

امیر محترم نے مزید فرمایا کہ نئی نسل کی تعلیم وتربیت، ملک وملت کی تعمیر، انسانیت کی فلاح، اتحاد ویکجہتی کے قیام، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور مذہبی ومسلکی رواداری کے فروغ، آئین وقانون کی پاسداری، امن وشانتی کے استحکام اور دہشت گردی کے خاتمہ میں ائمہ، دعاۃ ومعلمین کا کردار ایک ناقابل انکار صداقت ہے اور تدریب وٹریننگ کے ذریعہ ان صلاحیتوں اور مساعی کو جلا بخشنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ چنانچہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے علماء ودعاۃ اور معلمین کی تدریب وٹریننگ کو ترجیحات میں شامل کرکے سترہ سال قبل دورہ تدریبیہ برائے ائمہ و دعاۃ اور معلمین کا مبارک سلسلہ شروع کیا تھا جو کہ آج بھی جاری ہے۔ الحمدللہ اس کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوئے ہیں جس کا اعتراف سب نے کیا ہے۔

امیر محترم نے فرمایا کہ اس دورۂ تدریبیہ میں متعدد دینی، تعلیمی، تربیتی اور اصلاحی موضوعات کے علاوہ قومی یکجہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کے قیام کی اہمیت و ضرورت اور طریقہ کار، دہشت گردی کے خاتمہ میں ائمہ مساجد واساتذہ کرام کا کردار، آلودگی سے تحفظ اور شجرکاری کی اہمیت وضرورت، اخوت ورواداری کے قیام میں ائمہ و معلمین کا کردار، پانی کا تحفظ وقت کی سب سے بڑی ضرورت، امن وشانتی کے قیام میں ائمہ ومعلمین کا کردار، انسانیت کے تحفظ میں مذاہب کا رول جیسے اہم موضوعات پر بطور خاص دینی وعصری علوم کے ماہرین کے محاضرے (لکچرس) ہوں گے۔

امیر محترم نے فرمایا کہ اس دورۂ تدریبیہ میں ملک کی جملہ ریاستوں کو نمائندگی دی گئی ہے اور صوبائی جمعیات سے گزارش کی گئی ہے کہ وہ اپنے صوبے سے اس دعوتی وتربیتی پروگرام میں شرکت کے لیے ایسے نمائندگان کو نامزد کریں جو دینی تعلیمی ورفاہی کاموں کا جذبہ رکھتے ہوں اور جو جماعت وجمعیت اور ملک وانسانیت کی تعمیر وترقی اور فوز وفلاح میں معاون ثابت ہوسکیں۔

(۲)

ائمہ ومعلّمین نئی نسل کی تعلیم وتربیت، ملک وانسانیت کی خدمت، امن وآشتی کے فروغ اور اخوت وبھائی چارہ کے قیام کے لیے رواں دواں رہتے ہیں/مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام بارہواں دس روزہ آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین کا شاندار آغاز

دہلی: ۵/اکتوبر ۲۰۱۹ء

ائمہ ومعلّمین سماج ومعاشرے کے خاص الخواص افراد واشخاص ہیں جو نئی نسل کی تعلیم وتربیت اور ملک ومعاشرہ اور انسانیت کی فلاح وبہبود، کامیابی وکامرانی اور خیر رسانی کے لیے رواں دواں رہتے ہیں اور ان کا دل قوم وملت کی تعمیر وترقی اور انسانیت کی خدمت کے لیے دھڑکتا رہتا ہے۔ یہ اللہ کے بندوں کا رشتہ ان کے پالنہار سے جوڑ کر ان کی دنیا وآخرت کو سنوارنے اور بنانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اس لیے ان کی تربیت وٹریننگ اور تذکیر وتزکیہ ناگزیر امر ہے تاکہ ان کی صلاحیتوں میں نکھار آئے اور وہ علی وجہ البصیرہ اپنی دینی، سماجی، ملکی وملی اور انسانی ذمہ داریوں کو انجام دے سکیں۔ ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے کیا۔ موصوف گزشتہ کل بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام بارہواں دس روزہ آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ و معلّمین کے افتتاحی اجلاس میں صدارتی خطاب فرما رہے تھے۔

امیر محترم نے فرمایا کہ انسانی زندگی میں مبارک اوقات بہت سارے آتے رہتے ہیں لیکن جب سب سے اچھے مقصد کے لیے سب سے اچھے لوگ سب سے اچھے پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تو یہ سب سے بڑی سعادت کی بات ہوتی ہے۔ اس لیے میں اس ریفریشر کورس کے شرکاء جو ملک کے کونے کونے سے تشریف لائے ہیں کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ ساتھ ہی وہ تمام صوبائی جمعیات اور تعلیمی ادارے ہمارے شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے اس اہم پروگرام میں شرکت کے لیے اپنے نمائندے بھیجے ہیں۔

امیر محترم نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سلفیان ہند کا دھڑکتا ہوا دل ہے۔ یہ ہندوستان کی سب سے قدیم مسلم تنظیم ہے اور ہمارا ماننا ہے کہ سلفیت ہی اسلام کی بنیاد کو سب سے زیادہ مضبوطی سے تھامے ہوئی ہے۔ یہ سب کی دنیوی واخروی بھلائی کا معیار و منہج عطا کرتی ہے۔ ہندوستان میں اہل حدیثوں نے قرآن وسنت کا نام اس کثرت سے لیا کہ ہر طرف کتاب وسنت کا غلغلہ بلند ہو گیا۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء کرام اپنے منصب و مقام کو جانیں، اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کریں، وقت کے چیلنجوں کو سمجھیں اور ہر طرح کی فرقہ واریت، نفرت وعداوت، تشدد وعدم برداشت سے کنارہ کش ہو کر اخلاص نیت سے اسلام کے پیغام امن و اخوت، محبت و بھائی چارہ، رواداری اور انسان دوستی کو عام کریں، اور کسی بھی طرح کی جذباتیت اور پروپیگنڈہ بازی کے شکار نہ ہوں اور پوری توجہ نئی نسل کی تعلیم وتربیت میں صرف کریں۔

افتتاحی خطاب کرتے ہوئے ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا محمد ہارون سنابلی نے کہا کہ دعوت الی اللہ ایک انبیائی مشن ہے۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے عقیدہ، اخلاق اور کردار کو سنوارنے کے لیے بڑے فکر مند رہتے تھے۔ آپ علماء و معلّمین کی ذمہ داری ہے کہ پہلے اپنے اخلاق و کردار کو درست کریں پھر اس کی نشر واشاعت کے لیے پوری دلجمعی کے ساتھ لگ جائیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اسی مقصد کے تحت سترہ سالوں سے دورہ تدریبیہ برائے ائمہ، دعاۃ و معلّمین کا انعقاد کرتی آرہی ہے۔

شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی سرپرست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کہا کہ علماء کرام بہترین مخلوق ہیں۔ وہ اپنے منصب و مقام کو جاننے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے مطابق عمل بھی کریں۔ آج اخلاص نیت کی بڑی ضرورت ہے۔

مولانا جمیل احمد مدنی مفتی عام مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے دورہ تدریبیہ کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کیا اور کہا کہ مرکزی جمعیت وقتا فوقتا نئی نسل کی تعلیم وتربیت اور علماء کی تدریب وٹریننگ کے لیے نت نئے پروگراموں کا انعقاد کرتی رہتی ہے جس سے ہم سب کو فائدہ پہنچتا رہتا ہے اس کے لیے ہم اس کے شکرگزار ہیں۔

مولانا محمد عمیر مدنی نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم کو دورہ تدریبیہ برائے ائمہ دعاۃ و معلّمین کے انعقاد پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے پہلے ملی سطح پر اس طرح کے پروگرام کی نظیر نہیں ملتی ہے۔

ریفریشر کورس کے کنوینر اور ناظم اجلاس ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے دورہ تدریبیہ کی اہمیت وضرورت اور تاریخیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی حالیہ سترہ سالہ خدمات اور سرگرمیوں کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دورہ تدریبیہ برائے ائمہ، دعاۃ و معلّمین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور اس کی موجودہ قیادت کی اولیات میں سے ہے جس کی اہمیت وضرورت اور افادیت کا اعتراف متعدد ملی شخصیات نے بھی کیا ہے۔

اس افتتاحی اجلاس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کے امیر مولانا عبدالستار سلفی، ناظم مولانا محمد عرفان شاکر و نائب ناظم مولانا محمد ندیم سلفی نے بھی خطاب کیا اور اس ریفریشر کورس کو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہوئے اس کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا امیر محترم کو مبارکباد پیش کیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔

واضح ہو کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام یہ دس روزہ آل انڈیا دورہ تدریبیہ برائے ائمہ، دعاۃ و معلّمین گزشتہ کل شام سے شروع ہو کر ۱۳/ اکتوبر کی شام تک جاری رہے گا۔ جس میں مختلف علمی، دعوتی، تربیتی، تعلیمی اور سماجی و انسانی موضوعات پر ماہرین کے محاضرے اور ورکشاپ ہوں گے۔ اس دورے میں تقریبا پورے ملک حتی کہ جزیرہ انڈومان نیکوبار سے بھی صوبائی جمعیات اہل حدیث کے نمائندے شریک ہیں۔ اجلاس کا آغاز حافظ دلشاد احمد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔

(۳)

امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کی قیادت میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلی سطحی راحتی وفد آسام کے سہ روزہ دورہ پر

دہلی: ۶/ اکتوبر ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری اخباری بیان کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کی قیادت میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلی سطحی راحتی وفد جس میں ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی اور ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز شامل ہیں آسام کے تین روزہ دورہ پر ہے۔ وفد نے صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کے ذمہ داران خصوصا امیر مولانا مقصود الرحمٰن مدنی وغیرہ کی رہنمائی اور ضلعی جمعیات کے ذمہ داران کی موجودگی میں